واعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین

عبادات و عبدیت

ازافادات ـــ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب ـــ مولانا سمیع الحق ایڈیٹر ماہنامہ الحق

ناشر ـــ مکتبۃ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـ ضلع پشاور

(۱) دشیہ . ابراہیم جان ع

۸۴۶/۱۲ رنچھوڑ روڈ . کراچی

واعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین

★

عبادات و عبدیت

از
افادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ

ضبط و ترتیب

مولانا سمیع الحق مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ ایڈیٹر ماہنامہ الحق

ناشر

مکتبہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ضلع پشاور

پاکستان

قیمت ۱ روپے

فہرست مضامین

طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ

محبت اور اس کے اسباب

خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۲؍ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ

خطبۂ مسنونہ کے بعد: وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ ـــــ محترم بھائیو! اس آیتِ کریمہ میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں خداوند تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ تو ایمان کی نشانی اللہ جل جلالہ سے محبت کرنا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب محبت آجاتی ہے تو اس کی طاعت اور فرمانبرداری اور محبوب کا حکم ماننا باعثِ مشقت نہیں بلکہ موجبِ خوشنودی و تسلی اور سبب اطمینان ہوتا ہے۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں، خواہ غریب ہو یا امیر جو مشقت اور تکلیف برداشت نہ کرتا ہو، زمیندار ہو یا دکاندار۔ حاکم ہو یا امیر و غریب، تم نے ایسا کوئی نہ دیکھا ہوگا کہ دن رات پاؤں پھیلائے بیٹھا ہو اور دن رات کسی نہ کسی مشقت اور فکر میں نہ لگا ہو۔ اِلَّا کوئی بیمار ہو۔

ساری دنیا دوڑ رہی ہے ہر شخص اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تکلیف اٹھا رہا ہے اور یہ بے دین لوگ تو اتنی مشقت اور تکلیف میں ہیں کہ صبح کی نماز کے لئے اگرچہ نہیں اٹھ سکتے۔ لیکن اگر رات کے تین بجے ڈیوٹی ہے تو اس شدید سردی میں اٹھ کر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں۔ ان پر خدا نے صرف دنیا کی ڈیوٹی مسلط کر دی ہے۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو دن رات پانی اور کیچڑ میں، دکاندار دوکان میں اور ملازم اکثر سفر میں رہتا ہے ـــ سب اس کوشش میں ہیں کہ کچھ کما سکیں۔ اور یہ چیز انہیں بوجھ معلوم نہیں ہوتی اور وہ یہ سب کچھ محبت کے سلسلہ میں برداشت کرتے ہیں کہ اہل و عیال کے لئے نان و نفقہ، لباس، رہنے سہنے کی جگہ مہیا کریں۔ کوئی نوکری کرتا ہے، کوئی دکاندار اور کوئی دن رات مزدوری، اہل و عیال کے ساتھ محبت ہے جس وجہ سے نہ اسے گرمی کا احساس ہے نہ سردی کا۔ اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں کیوں ایک پانڈی یا قلی ہوں۔ کہ دو چار آنے پر گھر سے دوکان یا اڈہ تک دو دو من بوجھ اٹھاتا پھرتا ہوں۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ کہ چار آنے کما کر بیوی بچوں کے لئے آٹا دال لے آئے گا۔

توجب محبت ہو تو طاعت اور فرمانبرداری باعثِ سکون و اطمینان بن جاتی ہے
مگر آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری بہت مشکل معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی
چیز جو محبت ہے وہی موجود نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو خدا تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری موجبِ
سکونِ قلب بنتی ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب:۔

اور بیوی بچوں اور دوست احباب کی تابعداری سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ——

یاد رکھیں ایمان کی نشانی محبت ہے، اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے۔ اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھئے کہ ایمان ہے اگر بہت ہے تو ایمان مضبوط ہے اور اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے، اور اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو۔؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا ہو نہیں سکتی۔ تو اتنا یاد رکھئے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں، ۱۔ احسان، ۲۔ کمال ۳۔ حسن و جمال۔

محبت کا پہلا سبب احسان اور مہربانی

پہلا سبب احسان ہے، کسی کا احسان اور مہربانی یا کسی کا نوال اور عطیہ موجبِ محبت بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ہماری زیادہ محبت ہے۔ اس لئے کہ ان کے احسانات ہر چیز سے زیادہ ہیں۔ استاذ سے محبت ہے اس لئے کہ وہ ہمارا محسن اور مربی ہوتا ہے —— اگر کوئی ہمیں کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے۔ تنخواہ دیتا ہے تو ہم ہزار کہیں مگر دل کے کسی مخفی گوشہ میں اُس کے ساتھ محبت ہوگی تو محبت کا بڑا سبب احسان ہے اور اس مُنعَم کو اپنے مُنعِم سے طبعی محبت ہو جاتی ہے، جو کہ ایک فطری بات ہے۔

—— توجب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جتنے احسانات و انعامات ہیں، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

وما بکم من نعمۃ فمن اللہ وان تعدوا —— جو بھی نعمت تمہارے اوپر ہے خدا کی طرف سے
نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ وہ بیشمار ہیں اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو تمہارے شمار سے بھی باہر

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس دنیا اور عالم وجود میں صرف تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ اللہ جل مجدہٗ ۲۔ مُنعَم یعنی انسان ہم اور آپ سب۔ ۳۔ انعامات یعنی تمام عالم اور اس کی ہر شے انعام ہی انعام ہے —— یہ ماں باپ، یہ بہن بھائی، بیوی اور شوہر حتیٰ کہ یہ چھت جس کے نیچے ہم سردی گرمی سے محفوظ ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ کپڑے اور یہ وردی، یہ ہوا اور پانی اور یہ

غلہ وغیرہ سب انعامات ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو انعام نہ ہو ـــــ تو دنیا میں یہی تین چیزیں ہیں۔
وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً۔ عرش سے لیکر نیچے تحت الثریٰ تک ہر چیز انسان کے لئے مسخر ہے اور ہر چیز انسان پر انعام ہے

اب جب یہ تین چیزیں موجود ہیں تو مُنْعَم کو مُنْعِم کے انعامات کا بدلہ کیا دینا چاہیئے اور اس کا سلوک کیا ہونا چاہیئے، تو صاف بات ہے کہ محبت اور شکرِ خدا، یعنی ہر لحظہ ہر وقت شکر گذار رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارے اوپر تو دوست احباب کے بھی احسانات ہیں، ماں باپ کے بھی، حاکم اور حکومت کے بھی، زید، عمر، بکر کے بھی۔ تو ٹھیک ہے جو مناسب برتاؤ تم ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو کرو کیونکہ وہ تمہارے ہمدرد ہیں، محسن ہیں اور تمہارے دلوں میں شکر و محبت کے جذبات ان کے لئے موجزن ہیں ـــــ مگر سب سے بڑھ کر جو محسن ہے اُسے بھی یاد کیوں نہ کیا جائے ـــــ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بندہ کا احسان و انعام متناہی ہے اور خدا تعالیٰ کا غیر متناہی۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ ایک انسان جو بھی دوسرے انسان کے ساتھ احسان و سلوک کرتا ہے تو یہ سب خدا کی مرضیٔ اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین ـ تم کوئی چیز نہیں کر سکتے جب تک خدا نہ چاہے۔
خدا نے چاہا کوئی فائدہ پہنچا دے تو زید کے دل میں ڈال دیا کہ تمہیں روٹی کپڑا دے دے، یا فائدہ پہنچا دے۔ خواہ زید تمہارا باپ ہے، بھائی ہے، استاد ہے، حاکم ہے، دوست ہے دشمن ہے جو بھی ہے وہ اگر تمہاری ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ڈال دیا تو اُس نے نوکری دی۔ کاشت کیلئے زمین دی، اور دیگر ضروریات تمہاری پوری کیں ـــــ لوگوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے ـــــ

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ـــ جو لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا ـــ

بندوں کا احسان درحقیقت خدا ہی کا احسان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کسی بادشاہ نے قلم لے فرمان لکھ کر جاری کیا کہ فلاں شخص کو دس جریب جاگیر دے دو۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص قلم کے لئے دعا کرے یا قلم کا شکریہ ادا کرے، بلکہ بادشاہ کا شکر گذار ہوگا کہ خدا تمہارا سایہ میرے سر پر قائم رکھے تو اللہ اور بندہ کے بیچ میں جو کچھ بھی ہے وہ سب بمنزلۂ قلم کے ہے اور یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ـــــ اسباب کی حیثیت بالذات کچھ بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ جو فائدہ اُسے خدا تعالےٰ

پہنچانا چاہے دنیا کے مخالف ہونے سے وہ ٹل نہیں سکتا اور جو فائدہ خداوند کریم نہ پہنچانا چاہے
وہ دنیا کے بادشاہ، دولتمند اور دنیا بھر کے حکماء سب جمع ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے۔

محسن کی ناشکری کرنیوالا چوپایوں سے بھی بدتر ہے

پس اگر ایک شخص سے خدا احسان کرتا ہے اور پھر اُسے خدا سے بھی محبت نہ ہو تو یہ بڑا بد قسمت ہوگا اور وہ تو اولئک کالانعام بل ھم اضل کی بنا پر چوپایوں سے بھی بدتر ہے دیکھئے ان حیوانات میں خراب اور بدترین حیوان کتا سمجھا جاتا ہے۔ کتے کو تم باسی روٹی کا ٹکڑا اور ہڈی ڈال دیتے ہو، اس معمولی احسان کے بدلے وہ تمہارے دشمن اور مخالف کو کبھی تمہارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا ـــ کہ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرنا ہے اور بسا اوقات چور آتا ہے کتے کو گولی مار دیتا ہے اور کتا اپنے محسن کی حفاظت کیلئے جان قربان کر دیتا ہے اسے احساس ہے کہ احسان کا تقاضا محبت ہے۔ نہ اس کتے نے کتابیں پڑھی ہیں اور نہ کوئی منطق، پھر اس کتے کو اس قربانی کا مالک کی طرف سے کوئی انعام بھی نہیں ملتا۔ اور اکثر اس کے مالک کو اس کی قربانی کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ تو لحاف اوڑھے ہوئے سویا رہتا ہے ـــ

انسان نے اگر قربانی دی تو اُسے خدا کی خوشنودی اور جنت ملے گی۔ وہ اللہ جس نے ہمارے اوپر غیر متناہی احسانات کئے اس کے دربار کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور آواز ہوتی ہے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔ مگر ہم اس دربار کے قریب بھی نہ آئیں، اس کا دربار تو مسجد ہے اور ہم نماز تک نہ پڑھ سکیں تو کتنا فرق ہے ایسے انسان اور کتے میں تو جو شخص باوجود اتنے احسانات کے خدا سے محبت نہ کرے تو کیا وہ کتے سے بدتر نہ ہوا ـــ ؛ اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ آخرت کی رسوائی تو الگ دنیا میں اِسکی حیثیت اس قدر گر جاتی ہے ـــ غرض ایک سبب خدا سے محبت کا اس کی بخشش واحسان ہے۔

محبت کا دُوسرا سبب

دوسرا سبب کمال ہے۔ کمال جس میں ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے یہاں کے عوام کو اگر پتہ چل جائے کہ فلاں گاؤں میں کبڈی ہو رہی ہے، بہار کے موسم میں، دو پہلوان لڑتے ہیں اور جو ـــ

غالب آجائے تو اُسے کندھوں پر اٹھا کر بازاروں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھولوں کے ہار ڈالتے ہیں کہ لوگوں کے خیال میں یہ ایک کمال ہے یعنی بہادری کا یہاں تک کہ یہ بٹیر باز جُوا کیلئے بدبخت اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور غالب آنے والے بٹیر کیلئے ہزاروں لوگ سردی کے باوجود جمع ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ ایک بٹیر نے دوسرے کو بھگایا۔ جو کہ ایک کمال ہے۔ تو اس بٹیر سے محبت کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے۔ امام بخاریؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ سے محبت ہے۔ وجہ کیا ہے؟ اُن میں کمال تھا ——— کسی میں ظاہری کمال ہوتا ہے۔ کسی میں معنوی امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کیں۔ ان کی حفاظت کی۔ اپنی جان حق کیلئے فرتنگ مقام میں قربان کردی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیل گئے۔ حکومت نے زہر دیا مگر آپ نے حق بات نہ چھوڑی یہ ایک کمال تھا۔ علم کے جواہر لوگوں کے سامنے بکھیر دیئے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگ ماں باپ سے زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ایصالِ ثواب کراتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ جب کہ ماں باپ کو لوگ یاد نہیں کرتے وجہ کیا ہے؟ کمال تھا ان میں، تقویٰ، زہد، علم عمل ——— تو کمال ظاہری ہو یا باطنی اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ہندوستان کے بادشاہ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ ہزار احادیث مع السند انہیں یاد تھیں۔ قرآن کریم حفظ تھا۔ علوم دینیہ پر کامل عبور تھا۔ کتنے بادشاہ گذرے ہیں مگر کسی کا نام بھی یاد نہیں۔ جب تک کرسی پر بیٹھا رہے لوگ جی حضور کرتے رہتے ہیں اس کے فوٹو اخبارات میں چھپتے ہیں اور جب کرسی سے ہٹ جائے تو لوگ اسے ڈنڈے مارتے ہیں اور اس کی ذلت کے فوٹو چھاپنے لگتے ہیں۔ مگر اورنگ زیبؒ بخارا اور ہرات سے لیکر برما تک جس کی سلطنت تھی ہندوستان اور پاکستان سب اس میں شامل تھے ان کا نام لوگ محبت اور قدر و احترام سے لیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ کمال تھا اُن میں اتنی بڑی سلطنت کے باوجود فرض نماز تو کیا تہجد تک کبھی ناغہ نہ ہوئی آج تو فرض تک کوئی نہیں پڑھتا۔ کبھی بیت المال سے تنخواہ نہ لی اس زمانہ میں چھاپہ خانے نہ تھے۔ قرآن مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے اس کے نقوش و کتابت کو ہدیہ کر دیتے ——— تلاوت کیلئے اجرت جائز نہیں مگر نقوش اور کاغذ کی خرید و فروخت جائز ہے ———

عالمگیرؒ ہی کا مقولہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے یہ تمہارے ملک کے حکمرانوں کی مثال ہے۔ مرتے دم تک تنخواہ نہ لی۔ کابل دہرات سے لے کر آسام تک حکومت کی مگر اپنی کمائی کھائی اور وہ بھی قرآن لکھ کر کہ کمائی کے ساتھ قرآن کی اشاعت ہوتی رہے۔ وفات سے قبل وصیت کی کہ پانچسو روپیہ میرے ہاتھ کی کمائی کے باقی ہیں۔ میرے مرنے کے بعد اسے مساکین میں خیرات کر دیا جائے ــــ تو ان میں تقویٰ، عدل اور انصاف کا کمال تھا جس کی وجہ سے ہر مسلمان ان کا نام محبت سے لیتا ہے۔ ارسطو اور بقراط اور ابو علی سینا بڑے باکمال لوگ گذرے ہیں۔ ان سے محبت بوجہ کمال علمی کے ہے۔ تو جو ذات منبع الکمالات ہے، اصلی محبت کی مستحق بھی وہی ہے۔ اگر تمہیں اولیاء سے محبت ہے علماء اور بزرگوں سے محبت ہے دیندار بادشاہوں سے محبت ہے تو ٹھیک خدا اسے اور بڑھا دے مگر ان میں یہ سب کمال بالتبع تھے کہ ان لوگوں کو خدا نے کمال دیا تھا۔ ہم نے امام اعظمؒ کو کبھی نہیں دیکھا۔ ان کا شہر کوفہ نہیں دیکھا مگر طلباء امام اعظمؒ پر جان دیتے ہیں ــــ تو ان سب کے کمالات کا سرچشمہ اللہ ہے۔ ذرا سوچئے! جس ذات نے تمام عالم کو یہ کمالات بخشے ہیں اور کمالات کے اسباب اور منشاء دیا ہے اس میں خود کتنے کمالات ہوں گے۔؟ کیا وہ محبت کے لائق نہیں۔؟ ہے اور ضرور ہے۔

سائنس دانوں کے کارنامے

آج کل سائنس دانوں کا بڑا چرچا ہے کہ بڑے بڑے کمالات دکھا رہے ہیں۔ اور ہمارے انگریزی خواں حضرات ان سے بڑے متاثر ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو محبت کی وجہ سے ہے اور محبت بوجہ ان کے علمی کمالات کے ہے۔ ٹھیک ہے کہ جنہوں نے انجن بنایا، ایٹم بم بنایا، موٹر بنائی اور ہوائی جہاز تیار کیا۔ وہ کمال والے تھے۔ مگر سوچئے کہ کیا انہوں نے ان چیزوں کو پیدا کیا۔؟ نہیں بلکہ ان عناصر کو صرف ترتیب دی۔ انسان کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ انسان عناصر کا خالق نہیں ہے ــــ

لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ :۔ مکھی تک کو روح نہیں دے سکتے۔

مکھی تک کے خالق یہ سائنس دان نہیں بن سکتے۔ البتہ اتنا ہے کہ انسان پٹرول، المونیم لوہا اور لکڑی وغیرہ کو ایک خاص ترتیب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ کمہار نے مٹی اور پانی کو ملایا اُسے کسی برتن کی شکل دی۔ یہ لوہا، یہ پٹڑی، یہ انجن، یہ ہوائی جہاز اور اس کا پٹرول اور

وہ فضا جس میں اڑتا ہے، سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں — یہ خیال کریں کہ جس فلسفی یا سائنس داں نے ان اشیاء کو ایجاد کیا تو اس کے دماغ اور دل کو کس نے پیدا کیا اور اس میں ان اشیاء کی خاص ترتیب کا علم کس نے ڈالا۔ انسان کی بنائی ہوئی ان چیزوں سے اسقدر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسان نے تو آج ہوا میں اڑنا اور سمندر میں غوطہ لگانا سیکھا ہے۔ خداوند کریم نے لاکھوں سال پہلے مچھلیوں کو سمندر کی تہ میں غوطے لگانا اور سائنس کے اصولوں پر پرندوں اور مکھیوں کو ہوا میں اڑنا سکھا دیا —

واوحیٰ ربّک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا۔ خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنائے اور دور دراز پودوں اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنایا کریں۔ نقشہ ان کے دماغ میں بٹھا دیا — تو سائنسدان کا دماغ خدا نے پیدا کیا اور نقشہ جس کے مطابق اشیاء کو یہ ترتیب دیتا ہے اُسے بھی خدا نے پیدا کیا تو سارا کمال دراصل خدا کا ہے۔ تو اُس منبع الکمالات سے لازماً محبت ہونی چاہیئے کہ کمال کی قدر کرنے کا یہی تقاضا ہے۔

محبت کا تیسرا سبب

تیسرا سبب محبت کا جمال اور حسن ہے۔ خوبصورت چیز سب کو پسند ہوتی ہے اور یہ طبعی محبت ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا۔ اور دریافت کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میری کشتی گویا ڈوبنے لگی تھی۔ میں گھبرایا کہ اب کیا ہوگا مگر خدا نے فضل کیا اور کہا کہ تو نے ایک شعر کہا تھا جس کا مضمون یہ ہے — ہر سبز پتے میں خدا کی بے حساب تدابیر اور حکمتوں کا ایک دفتر موجود ہے۔ اس کی سبزی، تروتازگی اور رعنائی عجیب عجیب رنگ اسکی خاص نہج پر قطع برید دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ یا اللہ تو نے کیا کیا کاریگری اور صنعت کاری درخت کے اس پتے میں کی ہے۔ تو سعدیؒ نے کہا کہ اس ایک شعر کی بدولت خدا نے مجھے بخش دیا۔ تو جمال اور خوبصورتی بھی خدا کی دی ہوئی ہے۔ جس نے چاند اور سورج پیدا کیا وہ خود کتنا خوبصورت ہوگا۔ تو گویا جمال و حسن اس میں ہے، کمال اس میں ہے، احسانات اس کے ہیں۔ تو جس میں تینوں اسباب کامل اور بالذات موجود ہوں تو اس سے محبت کیوں نہ ہو۔ ہمارے اندر ایک چیز کی کمی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند کریم کے کمالات اور احسانات پر غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے۔ اس غور و فکر اور تصور کو صوفیا مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر شخص دن رات میں پانچ

• برگ درختانِ سبز در نظر ہوشیار : ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

دس منٹ تنہائی میں خواہ رات کو سونے سے پہلے خواہ لحاف ہی میں کیوں نہ ہو، سوچا کرے کہ یا اللہ تیرے احسانات اور مہربانیاں ہیں تو نے مجھے کیسی خوبصورت شکل دی، کان ناک اور آنکھیں دیں، کیسی اچھی زبان دی، کتنا اچھا کھانا پینا اور لباس اور آرائش کا انتظام فرمایا۔ اگر تو نے مجھے کتا یا بلّی بنا دیتا، گندا کیڑا بنا دیتا جو بول و براز میں پڑا رہتا ہے تو میں کیا کر سکتا تھا ــــ پھر اس کے کمالات کا لحاظ کریں اور روزانہ یہ تصور کریں، مراقبہ کریں، احساس نعمت خداوندی کرتے رہیں تو جلد محبّت پیدا ہو جائے گی۔ اس کو مراقبۂ احسانی کہتے ہیں۔ دوسری چیز محبّت کیلئے دینداروں اور صلحاء کی صحبت ہے اگر دیندار نہ مل سکیں تو ان کے مضامین اور حالات اور ان کی کتابیں پڑھیں کہ ان لوگوں نے کیسی زندگی گذاری۔ اگر آپ بدکردار کی رفاقت کریں گے تو بدعملی پیدا ہو گی اور اہل اللہ کی صحبت سے محبّت پیدا ہو گی اور جب محبّت پیدا ہو جائے تو جس طرح ہم اپنے لئے اور بیوی بچوں کیلئے گرمی اور سردی کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمیں خُدا کی تابعداری میں بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مالکیت

اور عبادات کا باہمی ربط و تعلق

نماز۔ زکواۃ۔ روزہ۔ حج۔ قربانی۔ جس کے مظاہر ہیں

خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ

محترم بزرگو! قرآن مجید تمام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قوم اگر دنیا میں عزت مند اور کامیاب ہوئی تو قرآن کی بدولت ہوئی۔ آج بھی ہم قرآن مجید کی نعمت کی برکت سے سرخرو ہو سکتے ہیں اگر قرآن مجید کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ ہم نماز کی ہر رکعت کی سورۃ فاتحہ میں اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیم

ہر نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ

کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا دے آگے کہتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اے اللہ ہمیں راستہ ان لوگوں کا بتلا جن پر تیری نعمت ہے یعنی انبیاءؑ صدیقین، شہداء، صالحین جن پر خداوند کریم کا انعام و اکرام نازل ہوا ہے اور ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب اُترا ہے اور جو قومیں گمراہ ہو کر سیدھے راستے سے بھٹک چکی ہیں۔ تقریباً تمام مفسرین مغضوب علیھم اور ضالین کا مصداق یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں۔ یہی یہود و نصاریٰ آجکل مغربی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خاص طور سے امریکہ اور برطانیہ۔

مغربی تہذیب اُمّتِ محمدی کیلئے سب سے بڑا فتنہ ہے

اللہ تعالیٰ علیم، خبیر، علم بما کان وما یکون ہیں۔ ان کو معلوم تھا کہ اُمّتِ محمدیؐ کے لئے سب سے بڑا فتنہ یہی تہذیب ثابت ہو گی۔ اور مسلمانوں کو خدا سے برگشتہ کرنے

کرنے والی قوم ہی یہودی اور عیسائی بنیں گے۔ آج ہماری تہذیب و تمدن، لباس، پوشاک، کھانا پینا، تجارت، زمینداری، تعلیم اور ملازمت سب یورپی تہذیب میں رنگے ہوتے ہیں جو ضالین یعنی عیسائیوں کی تہذیب ہے۔ عیسائی اتوار کے دن گرجا جاتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر ان سے دو قدم آگے ہیں۔ سال بھر میں صرف عید کے دن ہو تو عیدگاہ میں چلے جائیں گے گویا عیسائیوں اور بھنگیوں سے بھی نیچے ہو گئے۔ جمعہ کی عبادت بھی چھوڑ دی، عید کی تقریب بھی۔ میلہ، تھیٹر اور سینما اور جوا بازی کے لئے مخصوص کی گئی، جو یہود و نصاریٰ کی تقریبات کا سال ہے۔ گویا مذہب بھی ان کے طرز طریقے پر ہے وہ کھڑے ہو کر کھانا کھائیں تو ہم بھی۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں تو ہم بھی۔ وہ بے حیا ہو جائیں تو ہم بھی بے حیا ہوئے۔ اور جتنا بے حیا ہوتے اتنا ہی کامیاب، جنٹلمین مہذب کہلاتے۔ گویا معاشرہ میں قدر و عزت والا وہ ہے جو پورا فرنگی طرز پر ہو۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ وہ اقوام ہیں جن کے ہاتھوں تاحیات مسلمان لغزش کھاتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہمیں راہِ راست سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لئے خدا نے پہلے سے پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت کے لئے جو دعائیں ہمیں بتلا دیں۔ ان میں بنیادی بات یہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے بچنے کی دعا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے بار بار دہرانے کا حکم ہے تاکہ مسلمانوں کو ہر وقت تنبیہ ہوتی رہے کہ ان مغضوب علیہ اور گمراہ اقوام کی تقلید اور پیروی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ پھر ہر رکعت میں خداوند کریم سے ہمارا یہی وعدہ ہوتا ہے کہ ایاک نعبد

عبادت کس ذات کی زیبا ہے؟

کہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ نہ بت پرست ہیں نہ آتش پرست نہ یہود و نصاریٰ کی طرح دیگر مادی اشیا کو اپنا معبود بنانے والے ہیں۔ عبادت تو اس ذات کی ہوگی جو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہو اور وہ اللہ رب العزت ہی ہے۔ قل اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیئ قدیر (تو کہہ اے رسول اللہ ملک و سلطنت کا مالک ہے۔ تو ہی جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)

اگر ساری مخلوقات جمع ہو کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے۔ اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر ساری مخلوقات ضرر اور نقصان پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہ پہنچا سکے پس لازم ہے۔ ایسے مالک کی

نماز عبادت کا مظہرِ اتم

عبادت کی جاتے۔ اس واسطے ہم اللہ ہی کی عبادت کا عہد ایاک نعبد سے کرتے ہیں۔ اس عبادت کے کئی مظاہر ہیں اور سب سے بڑی عبادت اور اس کا مظہر اتم نماز ہے۔ نماز میں جتنی عجز و تواضع اور اظہار عبدیت اور

احتیاج ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور استغناء کا جتنا اعتراف ہوتا ہے۔ اسطرح کسی اور عبادت میں نہیں ہو سکتا۔ تو مسلمان اپنی عاجزی اور انتہائی تواضع اور تذلل اور ادب و احترام کا اظہار نماز میں اسی کے سامنے کرتا ہے کہ اے اللہ میں ایک قیدی محکوم اور غلام ہو کر تیرے سامنے دست بستہ حاضر ہوں۔ جیسے تیرا حکم ہوا ایسا ہی کرتا ہوں جھکتا ہوں۔ کھڑا ہوتا ہوں کبھی رکوع۔ کبھی سجدہ کبھی قعدہ میں ہوتا ہوں۔ جو بندگی کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ بندہ خداوند کریم کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے۔ اس وجہ سے نماز خداوند تعالیٰ کی صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ وہ بادشاہ ہے مالک ہے، نفع و نقصان اور تمام قوت و طاقت کا۔ اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ (تعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم ولا یضرکم شیئا۔ (کیا تم عبادت کرنے لگے ہو۔ اس چیز کی جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان) ایک انتہائی وفادار غلام بھی اپنے آقا کے سامنے ایسے ادب و تعظیم سے پیش نہیں ہو سکتا جس طرح مسلمان نماز میں پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و سلطنت حشمت و عزت کا تقاضا ہے کہ پورے ادب کا مظاہرہ کریں۔ تو نماز مظہر جلال بھی ہے اور

نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط

قاعدہ ہے کہ آقا وفادار خادم کو خزانہ کا امین مقرر کرتا ہے مسلمان نے نماز کی شکل میں جب وفاداری کا حلف اٹھایا تو خدا نے خزانہ بھی اس کے سپرد کر دیا۔ قرآن مجید میں اقیموا الصلوٰۃ کے بعد اٰتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے جس کی باہمی مناسبت یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو صحیح نمازی ہوگا۔ وہ مالدار بھی ہوگا۔ مال کا مالک رب العزت ہے۔ اور بندہ امین و خزانچی ہے۔ مال کا مالک نہیں۔ تو جو بندہ اپنے کو مال کا مالک نہیں سمجھتا ہے۔ وہ مالک کے حکم پر فوراً مال اس کے سپرد کر دے اور جو شخص مال کو اپنا مملوک جانے گا۔ وہ کہے گا کہ میں اپنے مال کو دوسرے کے حکم پر کیوں دوں۔ تو زکوٰۃ دینا علامت ہے کہ مالدار اپنے کو مالک نہیں سمجھتا۔ تو رب العزت کی صفتِ مالکیت تقاضا ہے۔ کہ زکوٰۃ دیں۔ جیسے آج کی حکومتیں حاکمیت ہی کی وجہ سے مالیہ اور محصول وصول کرتی ہیں۔ حکومت والے اگر کرسی سے ہٹ جائیں تو ان کا کوئی حق نہیں رہتا نہ مانگ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی دیتا ہے۔ یہ حکومت کی طاقت اور دباؤ کا تقاضا ہے تو خداوند تعالیٰ تو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ہے اگر مجازی حاکم ہمارے اموال کا کوئی حصہ ہم سے لے سکتا ہے تو کیا احکم الحاکمین مالک حقیقی کا کوئی حق نہ ہوگا۔؟ کاشت کار زمیندار یعنی مالکِ زمین کو حصہ دیتا ہے کہ ملکیت زمین اس کو حاصل ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنا حصہ لے تو کیا جس کو سارے جہاں کا مالک سمجھا جائے اور وہ واقعی سب سے بڑا حاکم ہے اور طاقت والا ہے۔ تو کیا بندہ ایسے حاکم اور مالک کا مقرر کردہ حصہ عشر، ربع، ربع الخمس، خمس، زکوٰۃ، صدقہ

فطرہ، قربانی وغیرہ بخوشی ادا نہ کرے گا؟ اور جس طرح موت وحیات، تندرستی۔ عزت و ذلت کا وہی مالک ہے۔ اسیطرح وہ رحیم وکریم بھی ہے۔ بندہ پر اس کے احسانات

انعامات خداوندی

والانعامات کا کوئی حد وحساب نہیں، شمار سے باہر ہیں۔ وان تعدّ وانعمة اللہ لا تحصُوہا (اگر تم اس کے احسانات شمار کرنا چاہو تو نہ گن سکو)

بارش بند ہو تو وہی برساتا ہے۔ خشک سالی ہو تو وہ مہربان آقا اپنے غلاموں کی بے کسی پر رحم کر کے آباد سالی کر دیتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہمیں بطن مادر میں رکھا۔ نو ماہ تک لطیف غذا دیتا رہا۔ اسی جگہ سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت کرتا رہا۔ جبکہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ مگر غذا ملتی رہی جس وقت اس دنیا میں آئے تو مشفق مہربان ماں کے سینے میں دودھ کے چشموں کا انتظام فرمایا۔ دانت نہ تھے۔ نہ کچھ غذا کھا سکتے تھے۔ نہ ہضم کر سکتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے خون کو لبن خالص میں تبدیل فرما کر دو ڈھائی سال تک ہمیں خوراک سے بے فکر رکھا۔ جوان ہوئے تو دیکھا کہ زمین پر ہمارے لئے دریا جاری ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ قسم قسم کی سبزیاں، میوے اور غلّے اگتے ہیں۔ آسمان پر چاند، سورج، تارے بنے ہیں۔ جو سب کے سب ہماری خدمت میں مشغول ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر آن ہر سیکنڈ میں ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش ہے۔ اپنی آنکھوں کو دیکھئے کیا عجیب روشنی ان سے نکل رہی ہے۔ کان کو دیکھئے کیا عجیب مشین ہے کہ بغیر بیٹری اور بجلی کے آنکھ اور کان کام کر رہے ہیں اپنی زبان کو دیکھیں کیا عجیب پٹرول اس میں خدا نے ودیعت کیا ہے کہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ مگر سوکھتی نہیں غرض سر سے پاؤں کے ناخنوں تک کروڑ ہا نعم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کو ہم نے سب کچھ فرض کر لیا ہے۔ اور آگے کا خیال تک نہیں نہ اس کا احساس ہے کہ منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اس کے احسانات کا کیا شکریہ ہم نے ادا کیا۔ غرض جب خداوند تعالیٰ علیم ہے اور کمال جمال کا مالک ہے اور اس کے لطف وکرم کی کوئی حد نہیں رحمٰن ورحیم ہے تو اس کی شان معشوقیت اور محبوبیت کی ہوتی حسن اور جمال اور کمال واحسان کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو اور اس کی محبت میں بندہ سرشار رہے۔

روزہ شان جمالیت کا مظہر

تو روزہ اور حج اس کی شان جمالیت کا مظہر ہیں۔ ایک عاشق مجازی کے لئے درجہ عشق کی ابتداء یہ ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے کاموں کا سارا نظام الاوقات ہی بدل جاتا ہے۔ طبیعت مضمحل اور پژمردہ رہتی ہے اٹھنے بیٹھنے سونے میں فرق آجاتا ہے۔ محبوب کے تصور اور خیال میں مستغرق رہتا ہے۔ لذائذ حیات ترک کر دیتا ہے حلال خواہش بھی پوری نہیں کرتا۔ اس کا کسی سے سروکار نہیں بلکہ اسے اگر کوئی گالی دے۔ چھیڑے جھگڑا کرے تو وہ جھگڑتا نہیں، نہ گالی گلوچ دیتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کے اس عاشق کی ہو جاتی ہے جس کا نام روزہ دار ہے

نہ کھانا نہ پینا نہ خواہشات کی پرواہ۔ روزہ ترک اکل وشرب اور ترکِ جماع اور راتوں کو جاگنے سے عبادت ہے پھر جب کوئی اس سے جھگڑتا بھی ہے۔ تو یہ جواب نہیں دیتا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا۔ فان سابہ او قاتلہ احدٌ فلیقل انی صائم (پس اگر کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے پیٹے تو یہ کہے میں تو روزہ دار ہوں) روزہ دار سے کوئی جھگڑے یا اُسے گالی دے تو وہ جواب نہیں دیتا کہ میں تو روزہ سے ہوں مجھے ان دھندوں سے کیا غرض ــــ اس کے عشق کا پہلا مرحلہ رمضان کے پہلے بیس دن ہیں جن میں نہ دن کو کھانا پینا نہ رات کو آرام۔ دل کا لگاؤ کسی دوسری ذات سے ہے۔

عشق کا دوسرا مرحلہ اعتکاف

عشق نے ترقی کی۔ بیس تاریخ کو گھر بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور مسجد میں جو خدا کا گھر ہے۔ ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ اب رات کو اہل و عیال سے اختلاط کی جو گنجائش تھی وہ بھی ختم ہوئی اور دنیا کے تمام غیر ضروری مشاغل بھی ممنوع ہوتے۔ اعتکاف عکوف سے ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ کو بند کرنا۔ اس لئے اس کا ثواب حج اور عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آج حج کرنے میں کتنے موانع اور مشکلات ہیں تو رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف جس نے کیا اسے حج جتنا ثواب حاصل ہوا۔ گو اس سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا مگر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے ہزار نیکیاں بھی نوافل کی شکل میں کیں تو اس کی وجہ سے کسی فرضی عبادت سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ بہرحال ثواب مل جائے گا۔ محبتِ خداوندی کا پہلا اثر ابتداءِ رمضان سے شروع ہوا۔ کہ اس کا دل غیر اللہ سے اچاٹ ہوا تھا۔ مگر اہل و عیال کے ساتھ کچھ مخالطت تھی۔ مگر اب تو جان و جسم کو بالکل بند کر دیا۔ گھر جانا، بازار جانا، دنیاوی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا کہ اے اللہ میں تو تیرے در پر پڑا ہوں۔ جب تک بخشش نہ ہوگی اور رضا حاصل نہ ہوگی تیرے در سے بستر نہ اٹھاؤں گا۔ آج بھی اگر کسی سے جان بخشی کرائی جائے جائے تو اس کے ڈیرہ پر بستر جما بیٹھتے ہیں وہ پہلے آزماتا ہے کہ سچا ہے یا نہیں۔ پھر جب اس کی صداقت ظاہر ہو تو سنگدل سے سنگدل بھی معاف کر دیتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ سے جو رحمان و رحیم ہے۔ معافی مانگتا ہے کہ اے اللہ ہر طرح خطاوار ہوں، معاف فرمادے۔ پھر اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ رمضان المبارک کی ہر رات اسکی طرف سے مغفرت و بخشش کے لئے اذنِ عام ہوتا ہے ــــ اور جب ارشادِ نبوی ہر رات قبیلہ بنو کلب کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں مجرم اور گنہگار بخشے جاتے ہیں تو کیا وہ اپنے اس بندہ کی بخشش نہیں کرے گا؟ یقیناً بخشے گا۔ اعتکاف کی اسی اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی گھروں میں اعتکاف کر سکتی ہیں محلہ کی مسجد میں اگر کم از کم ایک شخص نے اعتکاف کیا تو سنتِ کفایہ پر عمل ہوا۔ سب کا ذمہ فارغ ہوا۔ ورنہ سارا محلہ یا سارا گاؤں تارکِ سنت ہوگا۔ جیسا کہ جنازہ فرضِ کفایہ ہے۔ بعض نے ادا کیا تو ٹھیک ورنہ سارا گاؤں

گنہگار ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا حصول فرض کفایہ ہے کہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہو کہ وہ زندگی علم حاصل کرنے اور اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت میں خرچ کرے۔ ورنہ سارا علاقہ سارا ملک اور پوری قوم گنہگار اور تارکِ فرض ہوگی۔ جو جماعت حصولِ علم دین میں زندگی صرف کر رہی ہے۔ وہ پوری قوم اور پورے ملک پر احسان کر رہی ہے۔ یہی حال معتکف کا ہے کہ اس نے مسجد میں اعتکاف کیا تو خود بھی مستحق اجر ہوا۔ اور لوگوں کا ذمہ بھی فارغ کرا دیا کہ سب کو ترکِ سنت سے بچا لیا۔ اس وجہ سے ہندوستان میں لوگ اعتکاف کرنے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوگ بڑے بوڑھوں کو راضی کر کے منت سماجت کر کے مسجد میں بٹھا دیتے کہ سب کا ذمہ فارغ ہو۔

حج عشق کا تیسرا مرحلہ

الغرض عشق اور محبتِ الٰہی کی جو آگ رمضان المبارک سے بھڑک اٹھی تھی۔ وہ سلگتی رہی۔ عشق میں ترقی ہوتی رہی کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گھر بار بھی۔ مگر جب عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوا تو گھر بار کے ساتھ گاؤں ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہوا۔ اب عشق جب آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب حقیقی کی تلاش میں ملک ملک اور صحرا صحرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام و راحت کا خیال ہے۔ نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا اور نہ دوکان کی خبر ہے۔ نہ زمین اور تجارت کی۔ اہل و عیال سے دور مارا مارا پھرتا ہے۔ سر کے بال بڑھے ہوتے ہیں بدن میلا کچیلا ہے۔ بدن پر دو چادریں ہیں، جو تیں رینگتی ہیں۔ مگر اسے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر کسی نے مارا پیٹا، گالیاں دیں۔ تو جواب نہیں دیا۔ فحش گوئی، بے حیائی اور نفس پروری کا تو احتمال تک نہیں۔ عشق کی یہ حالت اسلام میں "حج" سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور وہ دس کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہرِ حج شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آ بیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے۔ تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفر حج پر روانہ ہو جاتا ہے۔ تصور یار میں مجنوں کی طرح نغمے الاپتا ہے۔ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

تلبیہ اور طواف

باللہ یا ظبیات القاع قلن لنا ۔۔۔ الیلای منکن ام من البشر

اے آہوانِ صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرہ میں سے ہے

مگر اس عاشق حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمۃ لک والملک لاشریک لک — جب اس کے گھر پر نظر پڑ جاتی ہے تو دیوانہ وار اس کا طواف کرنے لگتا ہے کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے کہ کہیں معشوق کا سراغ لگ جائے۔

منیٰ، عرفات

پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی میں صحرائے عرفات پہنچا ہے وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ، غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرہ ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو

رمی

درمیان میں ناصح نادان نے ملامتی شروع کردی یعنی ابلیس دل میں وساوس ڈالنے لگا کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تو تمہیں دیوانہ بنا دیا۔ اس محبتِ خداوندی کے چکر سے نکل آؤ تو عاشق خداوندی سات پتھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جمرات۔

عشق کا آخری مرحلہ قربانی

عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے۔ جیسے پروانہ عاشق مجازی ہے۔ شمع کا۔ تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی روشنی میں غوطہ لگا کر جان دیدیتا ہے ۔
ع کارِ عاشق خون خود بر پاۓ جانان ریختن ——— تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ مگر محبوبِ حقیقی کی طرف سے ندا ملا دو آواز پہنچتی ہے۔ کہ لاتقتلوا انفسکم تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلہ کسی محبوب جانور دنبہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کردو۔ یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں۔

اساسی عبادات باہمی مربوط ہیں

تو بھائیو! کسی فرمانبرداری کسی خوف یا طمع یا محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خداوند کریم مالک نفع وضر ہے۔ تو خوف وطمع دونوں پائے گئے اور موصوف باوصاف الکمالیہ ہے اور محسن ہے۔ لہٰذا محبوب ہوئے اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کے لئے موجب اطمینان وتسکین ہے۔ حج اور عمرہ سراسر محبوب کے حسن وجمال کے جلوہ کا تقاضا ہے اور اس کے فضل وکمال کا آئینہ دار ہے اور نماز وزکوٰۃ الٰہی عظمت وجبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبوبِ حقیقی کے جلال وجمال کا صحیح احساس بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ●

بعض اعمال صالحہ کی خاصیتیں

خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۸؍رجب مطابق ۴؍اکتوبر ۱۹۶۶ء

(عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ما نقصت صدقۃ من مال وما زاد اللہ عبداً بعفوٍ الا عزًّا وما تواضع احدٌ للہ الا رفعہٗ اللہ [1]

اس حدیث میں جو آپ کے سامنے پڑھی گئی تین چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بعض اعمال کے ثمرات اور خاصیتوں کو اشارہ فرمایا ہے

اشیاء کے اسباب حقیقی

خداوند کریم نے ہر ایک شیے کے کچھ ظاہری اسباب پیدا کئے ہیں اور کچھ حقیقی، جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ شریعت نے ان حقیقی اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً ایک شخص عمر کی زیادتی چاہتا ہے تو اس کے ظاہر اسباب تو یہ ہیں کہ صحت کی رعایت رکھے، مقوی غذائیں کھائے۔ ورزش کرتا ہے ہر کام میں بے اعتدالی سے بچتا ہے۔ مضر صحت اشیاء سے پرہیز کرتا رہے، مگر باطنی سبب کیطرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ زیادہ عمر کی تمنا رکھنے والے کو چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ فرمایا :۔

ولا یزید فی العمر الا البر [2] عمر کی زیادت نیکی اور احسان سے ہی ملتی ہے

اور فرمایا :۔

من احبّ ان یبسط لہ فی رزقہ جو شخص کہ رزق کی فراخی اور عمر کی زیادتی

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۹ مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵، ص ۴۲۸ [2] مشکوٰۃ متفق علیہ ص ۴۱۹

وُنْسِیَاۂ ؟ فی اثرہ فلیصل رحمۂ ۱؎ چاہتا ہو تو صلہ رحمی کرے۔

اسی طرح والدین کی خدمت کرتا رہے۔ عالم ہونے کا ظاہری سبب محنت مطالعہ درس و تدریس ہے۔ مگر حقیقی اسباب تقویٰ و خشیت، اخلاص نیت اور اساتذہ و شیوخ کا ادب کرنا ہے، ورنہ علم میں برکت نہیں ہوگی۔ امام سرخسیؒ کسی جگہ تشریف لے گئے وہاں ان کے جتنے بھی شاگرد تھے آس پاس سے خدمت میں حاضر ہوئے کہ استاد سے ملاقات کریں۔ ایک شاگرد دنے آنے میں سستی کی آخر میں آئے۔ امام سرخسیؓ نے وجہ پوچھی تو کہا میری والدہ بہت کمزور اور ضعیف ہے اسکی خدمت کے لئے کوئی دوسرا شخص تھا نہیں، خدمت میں لگا رہا، اس لئے آپ کی خدمت میں دیری ہوگی۔ امام سرخسیؓ نے فرمایا کہ اسکی عمر تو بڑی ہوگی۔ مگر علم میں برکت نہ ہوگی۔ یہ بد دعا نہ تھی بلکہ عمل کی خاصیت تبلادی کہ استاد کی خدمت سے علم میں برکت ہوتی ہے۔

ادب کے ثمرات جو استاد اور شیخ کا ادب و احترام نہ کرے وہ چاہے جتنا بڑا بڑا عالم ہو جائے اس کا فیض عام نہ ہوگا۔ شاگرد کو سب کچھ ادب کی برکت سے ملتا ہے اور والدہ کی خدمت کا خاصہ یہ ہے کہ اسکی عمر میں اضافہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی رضامندی اور خفگی والدین کی خوشنودی اور خفگی میں ہے۔

بغداد میں دو طالب علم تھے ایک بزرگ کا انہوں نے حال سنا وہاں حاضر ہوئے، ایک تو اس خیال سے کہ اس شخص کی علمیت معلوم کروں، اس سے بحث و مباحثہ ہو، دوسرا اس غرض سے کہ میرے حق میں یہ بزرگ دعا دیں، علم حاصل کروں۔ ایک ادب کے لحاظ سے گیا، ایک غرور اور عجب میں مبتلا ہو کر گیا۔ ذہین تھا، محقق تھا، جاتے ہی مناظرہ شروع کیا، مسائل میں اس بزرگ کو خاموش کرنے کی کوشش کی، دوسرا ادب سے خاموش بیٹھا رہا۔ بزرگ نے خود پوچھا کیسے آئے ہو۔ فرمایا حضرت میں تو صرف دعا اور استفادہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ بزرگ نے آثار سے معلوم کیا کہ اس شخص کا تمام اولیائے وقت پر اثر ہوگا، اس سے ایک عالم فیض پائے گا۔ یہ طالب علم آگے چل کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرا حکومت کی جانب سے سفیر ہوا۔ اس کے نفس کا غرور اور عجب بڑھتا رہا۔ چند یوم کے بعد ایک عیسائی عورت پر فریفتہ ہوا۔ اس کے کہنے پر اسلام کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے خنزیروں کے ریوڑ چرانے لگا۔ عشق نے ہر طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔ سینہ سے تمام علم اور قرآن مجید اٹھوا دیا گیا۔

بعض گناہوں کی خاصیت اس طرح حضورؐ نے بعض گناہوں کی خاصیت بتلا

دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہم اور غم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جس کے گناہ حد سے بڑھے ہوئے ہوں بظاہر اس غم کے اسباب معلوم نہیں ہوتے مگر یہ اندرونی فکر پریشانی اور بے چینی میں گھلتا رہتا ہے۔

اذا کثرت ذنوب العبد اوقعہ اللہ فی الھم ۔ جب انسان کے گناہ زیادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں میں بتلا کر دیتا ہے۔

بعض گناہوں کے نتیجہ میں انسان رزق سے محروم ہوتا ہے اور بسا اوقات مال و دولت کی فراوانی کے باوجود "معیشت ضنک" یعنی تنگی اور عسرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے :۔۔۔

وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبہ[1] انسان بسا اوقات گناہ کے سبب اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کو پہنچنے والا ہو۔

کفارۂ سئیات اور حبطِ اعمال

بعض اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی قبولیت پاتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ عمل کفارۂ سئیات بن جاتا ہے اور بعض اعمال اتنے بُرے کہ اسکی وجہ سے تمام حسنات اور نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یہاں تک کہ اونچی آواز سے بولنے کا اثر بھی حبطِ اعمال ہو جاتا ہے۔ یعنی اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تینوں چیزیں آج بھی سب لوگ چاہتے ہیں۔ ۱۔ مال میں ترقی اور حلال کمائی میں اضافہ اور برکت ہو۔

۲۔ عزت حاصل ہو جائے ۳۔ لوگوں میں سربلندی حاصل ہو۔

صدقہ کے برکات

تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ دینے کی وجہ سے مال میں ہرگز کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ اور برکت ہوتی ہے۔

صدقہ عربی میں صدق سے ہے یعنی سچائی اور اس کا نام۔ اس وجہ سے صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مال و دولت دینا دعویٰ اسلام اور مسلمان ہونے کی صداقت کی دلیل ہے۔ جان کو قربان کرنا بسا اوقات آسان ہوتا ہے مگر مال کی قربانی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جان کے ساتھ مال کی قربانی وہی شخص کر سکتا ہے جو سچا مسلمان ہو ورنہ محض دعویٰ ہے ۔۔۔ صدقہ انسان کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور وہی دے سکتا ہے جس کا توکل اعتماد اور بھروسہ ہو اللہ تعالیٰ پر کہ وہی رزق کا کفیل ہے۔ وہی میرے مال کو بڑھائے گا، تو حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی وجہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا جائے گا۔ آخرت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے اٹھے گا تو اس کے

---

[1] مشکوٰۃ ۱ صـ ۱۸۳ متفق علیہ

سامنے جبلِ اُحد کے برابر نیکیوں کا پہاڑ آجائے گا۔ کہ یہ تمہاری نیکیاں ہیں۔ وہ دل میں حیران ہوگا کہ اتنی نیکی تو میں نے نہیں کی، یہ پہاڑ برابر نیکیاں کہاں سے آئیں۔ جواب میں فرمایا جائے گا کہ ایک کھجور جو حلال کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تم نے اخلاص سے دی تھی، اسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہا اور اب پہاڑ کی شکل میں تمہارے سامنے ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ کھجور برابر صدقہ کو خداوند تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پالتے ہیں۔ جسطرح تم کسی گھوڑے کے بچّے کی پرورش کرتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جائے ؎

سود کے ہولناک نتائج

آجکل سود کا کاروبار کرنے والے اور کھانے والے سمجھتے ہیں کہ ہم بڑھ رہے ہیں اور ترقی کر رہے ہیں مگر درحقیقت مٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یمحق اللّٰہ الرّبٰو ویربی الصدقات۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

برطانیہ سودی کاروبار کا علمبردار ہے۔ ایک وقت برطانیہ پر ایسا تھا کہ اسکی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مگر سود کے نتیجہ میں وہ ایسا تباہ ہوا کہ آج وہ ایک جزیرہ میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ اس پہ نزع کی حالت طاری ہے۔ یہی حال امریکہ کا ہو رہا ہے، ایک ویٹ نام میں کروڑوں اربوں روپے خرچ کر رہا ہے، سامانِ جنگ اور سرمایہ تباہ ہو رہا ہے چیختا اور چلاتا ہے کہ کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس سرمایہ بہت ہے، مگر نتیجہ اس سودی سرمایہ کا اب بھگت رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں۔ پکڑتے ہیں۔ مگر آہستہ آہستہ ـــــ تو سود کا بالآخر انجام یہی ذلت اور خواری ہے، کوئی سودی لین دین بھی ہو تجربہ کر لیں، دس بیس سال ظاہری ترقی ہوگی، پھر دربدر دھکے کھائے گا اور بچّے دربدر ٹکڑے ٹکڑے کے لئے پھرتے رہیں گے۔ اگر نیکی اور بدی کا نتیجہ دنیا میں اسی وقت ظاہر ہوتا تو یہ ابتلاء اور آزمائش کے خلاف ہوتا ـــــ

نتائجِ اعمال کا ظہور حکمت کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ فوری

اللہ تعالیٰ حکیم اور حلیم ہیں چاہتے ہیں کہ بندوں کا ایمان بالغیب رہے۔ اگر اعمال کا نتیجہ آج ہی ظاہر ہو تو ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ خدا کی نظر تو لامتناہی ہے۔ ہم تو آج کا دن ہی دیکھتے ہیں۔ مگر خدا کے سامنے تو قبر کی طویل زندگی۔ پھر قیامت کا دن جو

پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر جنت اور دوزخ کی لامتناہی زندگی بھی ہے ـــــ

واِنّ یوماً عند ربک کالف سنۃ۔ تمہارے گنتی کے ہزار سال اللہ کے نزدیک
مما تعدون۔ ایک یوم کے برابر ہیں۔

اگر دنیا میں باوجود گناہ کے ایک ہزار سال بھی راحت سے مل جائیں، تو گویا ایک دن کی راحت ہے، جو ابدی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انسان کو نتائج اعمال بھگتانے کیلئے وسیع میدان اور طویل زندگی پڑی ہوتی ہے۔ یہاں ہزار سال بھی کوئی عیش و عشرت میں رہے تو خدا کے ہاں یہ ایک دن کے برابر بھی نہیں۔ تو سود کو خدا تعالیٰ مٹاتا اور نیکی کو اتنا بڑھاتا ہے کہ کھجور برابر نیکی پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اگرچہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزاء نہیں۔ مگر پھر بھی صدقہ کا اثر دنیا میں ظاہر ہوگا کہ مال میں نقصان نہ ہوگا اور برکت و غنائے نفس اسے میسر ہوگا۔ تجربہ اس کا شاہد ہے

حدیث شِقّ تمرۃٍ کی تشریح

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے خالی ہاتھ، ننگے سر اور پاؤں اٹھایا جائے گا، پھر خداوند تعالیٰ کے پاس پیش ہوگا، بیچ میں ترجمان ہوگا، نہ کوئی وکیل صفائی نہ کوئی ساتھی اور غمخوار جس کی وجہ سے رعب و ہیبت کم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ خود ہی حساب کتاب فرمائے گا۔ یہ شخص ہر طرف دیکھے گا۔ دائیں بائیں سامنے پیچھے ہر طرف جہنم میں محصور ہوگا۔ یہ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جائے کوئی مددگار نہیں۔ اتنے میں جہنم کی آگ کے سامنے کھجور کا ایک ٹکڑا اس پر بن جائے گا، جو آگ کو اس سے چھونے بھی نہ دے گا۔ ایسے وقت کے لئے حضور اقدس ؐ فرماتے ہیں۔

اتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ۔ آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے
کیوں نہ ہو۔

اس ارشاد کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسلمان کا آدھی کھجور کے برابر بھی حق مارا ہے تو اگر اسے واپس کر دو تو آگ سے بچ جاؤ گے۔ ورنہ آگ کیلئے تیار رہو۔ ہمارا نفس ہمیں جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہے ہیں

وکنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا۔ اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے ـــ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کو آگ سے بچایا۔

ؔ عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم محشورون حفاۃً عراۃً غرلاً۔ مشکوٰۃ ص ۴۸۳ ج ۲

کہیں حضورؐ کو ہمارے وجہ سے پریشانی نہ ہو

حضور اقدسؐ کی شفقت و رأفت ہمارے اوپر حد سے زیادہ ہے، مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر امتوں کے اعمال و عبادت پیش ہوں گے۔ کسی نے ہزاروں سال عبادت کی ہوگی، کسی نے بے شمار حج کئے ہوں گے۔ کسی نے زندگی بھر جہاد کیا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو تم اس حال میں پیش ہو جاؤ کہ تمہاری گردنوں پہ دوسروں کا اونٹ، گھوڑا، بھیڑ، کسی کی جان کسی کی چادر کپڑا، کسی کا مال و دولت ہو اور پھر مجھے پکارو کہ یا رسول اللہ اغثنیؐ۔ اے اللہ کے رسول میری مدد کر۔ مگر میں اس وقت کہوں گا کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کیا میں نے نیکی اور بدی کے احکام تمہیں نہیں پہنچا دئے تھے۔ تمہارے پاس کتاب و سنت اور نیک لوگوں کے مواعظ و نصائح نہیں پہنچے تھے۔ کوئی کہے گا کہ اس نے چوری کی، دوسرے کا فصل کاٹا، کسی کا حق مارا، تو یہ تمہاری رسوائی ہوگی۔ دوسری امتوں کے سامنے، کہ وہ تو نیک اعمال اور کارنامے حضرت حق جل مجدہٗ کی بارگاہ میں پیش کریں اور تم بدکاریوں کے کارنامے ——

رابعہؒ کو حضورؐ کی عظمت و حرمت کا احساس

قربان جائیے حضرت رابعہؒ بصریہ عدویہ سے دن رات میں ہزار رکعت نفل پڑھا کرتی تھیں۔ آجکل کی عورتیں فرض نماز نہیں پڑھتیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ تو تو بڑی خوش قسمت کہ جنت میں جائیگی، دن رات بندگی میں مشغول رہتی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ جنت بھیجے یا دوزخ میں عبادت اس وجہ سے نہیں کرتی۔ کہا کہ مجھے تو مذکورہ حدیث یاد آتی ہے۔ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہماری وجہ سے پریشانی اور تکلیف نہ ہو، اور ان کی انتہائی عظمت پر دھبہ نہ لگے۔ بلکہ قیامت کے دن آواز ہو کہ حضورؐ کی امت کی ایک عورت اور ایک روحانی بیٹی نے دن رات میں اتنی عبادت کی، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور روحانی عظمت اور بھی چمک اٹھے۔ چھوٹوں کی برائی پر بڑوں کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ واللہ العظیم ہماری برائیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ پھر شفاعت کی امید کس طرح رکھیں۔

صدقات میں صحابہؓ کی مسابقت

غرض صحابہؓ نے صدقات دینے میں ایک دوسرے پر سبقت لی۔ جو کچھ بھی طاقت ہوئی، اس

لہ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۹ عن ابی ہریرہ الحدیث، متفق علیہ

کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینے سے دریغ نہ کیا۔ بخاری شریف میں تفصیلات موجود ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے لئے چندہ دینے کا اعلان فرمایا تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جیسے تونگر حضرات ہزاروں دیدیتے تھے اور کسی کے پاس کوڑی بھی نہ ہوتی تو صبح سے شام تک سامان کی ڈھلائی کرتے، مزدوری کر لیتے، شام کے وقت مزدوری میں جو چند کھجوریں مل گئیں وہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر جہاد کے لئے پیش کر دیں۔ کہ جہاد کے لئے یہی قبول فرمالیں۔ بعض نے رات بھر ایک ایک چھوہارہ پر ایک ایک ڈول نکالنے کی مزدوری کی اور صبح کی نماز میں حضورِ اقدسؐ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے اپنی رات بھر کی کمائی پیش کر دی ——

انفاق کا نتیجہ دولت اور خوشحالی

پھر اس انفاق فی سبیل اللہ اور ایثار کی برکت سے ایسا وقت آیا، کہ ان کے گھروں میں ایک ایک لاکھ پڑا رہا۔ امام بخاریؒ نے مال جہاد کی برکت پر مستقل باب باندھا ہے —— حضرت زبیرؓ پر ۲۲ لاکھ قرضہ تھا، قرض اتارنے کیلئے کچھ زمین بیچنی چاہی تو ۵ کروڑ ۹۸ لاکھ اسکی قیمت نکلی ہے۔ لوگ امانات رکھتے تو حضرت زبیرؓ حفاظت کے خیال سے اسے بطور قرض رکھ لیتے۔ حضرت زبیرؓ کا کام ہی جہاد کرنا تھا، تو صحابہؓ کی قربانیوں کا ثمرہ ہمیں دنیا میں بھی ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس اور روم کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں دی گئیں اور وہ خزانے بہت جلد حضورؐ کی امت میں آئے

عفو اور درگذر کی فضیلت

دوسری چیز حضور اقدسؐ نے یہ ارشاد فرمائی، کہ کسی کے زور وظلم اور زیادتی کرنے پر عفو و درگذر کرنے سے بے عزتی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ اسکی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ کسی نے پر ظلم کیا، مارا پیٹا، گالی دی بے ادبی کی، تم نے اسے معاف کر دیا —— ہمارے پٹھان کہتے ہیں اس سے ناک کٹتی ہے۔ یہ پٹھانیت نہیں، جہنمیت ہے۔ کتا اگر کسی کو کاٹے اور یہ بھی اسے کاٹے تو کیا یہ عزت ہوگی یا ذلت۔ تم بندوں کو معاف کر دے گا خدا تمہیں معاف کر دیگا۔ اگر کسی کو معافی نہ دو تو خدا تمہیں کیسے معاف کریگا۔ عفو کے طلبگار ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

صل من قطعک واعف عمن ظلمک —— جو تم سے الگ رہنا چاہے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔

۱۔ تفہیم بخاری، ج ۲ ص ۱۸۱

واحسن الی من اساء الیک۔ ظالم کو معاف کرو، جو تم سے برائی کا سلوک کرے، تم اس سے بھلائی کرو۔

عفو کی برکت سے لوگوں اور دشمن کے دلوں میں بالآخر تمہاری عزت بیٹھ جائے گی، ان کی دشمنی دوستی میں بدل جائے گی، وہ خود زیادتی پر نادم اور شرمندہ ہو جائیں گے۔ تو عفو اور درگذر کی خاصیت بالآخر معزز ہوتا ہے۔

تواضع کی خاصیّت

تیسری چیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ کسی نے اللہ کیلئے تواضع عاجزی اور مسکینی اختیار نہیں کی۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور سربلندی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت دی، حکومت دی، دولت دی، عہدہ عطا فرمایا تو تم اس وقت متکبّر نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس کو نیچا کر دو۔ عربی مقولہ ہے

"الوضیع اذا ارتفع تکبّر"۔ کمینہ شخص جب اونچا ہو جاتا ہے تو متکبّر ہوتا ہے —— شریف جتنا بڑھتا ہے، اتنا ہی اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے۔ جس نے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دے گا۔ جس نے کہا "میں ہوں" تو ہندوستان میں کہا کرتے ہیں "میں کے گلے چھری"۔ انانیت اور غرور کا انجام ہلاکت ہوتا ہے، جس نے غرور کیا، سمجھ لیں کہ وہ مٹے گا۔

ایاز کی خود شناسی

محمود غزنویؒ کا غلام ایازؒ جسے سلطانؒ نے قدر و منزلت کی وجہ سے بڑا درجہ دیا تھا، کہا کرتا تھا کہ "ایاز قدر خود بشناس" —— ایک دفعہ وزراء نے اعتراض کیا کہ بادشاہ سلامت ایاز کی کیوں اس قدر عزت فرماتے ہیں۔ محمود غزنویؒ نے کہا اس کا جواب ختم اجلاس پر دیا جاوے گا۔ اجلاس کے بعد ایاز اپنے کمرہ میں پہنچتا اور شاہی خلعت اتار دیتا، قدآوم آئینہ سامنے رکھتا۔ اور پہلے وقت کے پھٹے پرانے کپڑوں کو پہن کر اپنے نفس کو خطاب کرنے لگتا کہ ایاز تو غرور میں نہ آنا تم اس لباس میں غلامی کیا کرتے تھے۔ "ایاز قدر خود بشناس" - آج جو شاہی لباس پہنے ہو اور شاہی دربار میں تجھے قدر و منزلت حاصل ہے، یہ محض خداوند کریم کے کرم اور محمود غزنویؒ کی ذرہ نوازی ہے۔ ایاز اپنے آپ کو نہ بھولنا۔ محمود غزنویؒ مع وزراء دریچہ میں چھپ کر دیکھتے تھے۔ وزراء سے کہا کہ ایاز کے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔

حضرت علیؓ کا ارشاد

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص پیشاب کے

دو قطروں سے پیدا ہوا ہو اور فی الحال نجاستوں کا حامل ہو اور فی المآل جس کی انتہا یہ ہو کہ گل سڑ کر بدبودار ہو جائے، کیڑے اسے کھائیں وہ کیوں بڑائی کرنے لگے اور تکبر کیوں کرے تو انسان کا یہ ابتداء و انجام ہے تو غرور کس چیز پہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہر حال میں ضروری ہے
—— اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین اعمال پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی برکات و اثرات سے ہمیں مالا مال کر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اُمتِ مُسلمہ کا امتیازی وصف

دعوت اور بندگی

(خطبہ جمعۃ المبارک ۱۰ر صفر ۱۳۸۵ھ م ۲۵ر جون ۶۵ء)

★

—— از ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ ——

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر (الآیہ)

اُمتِ محمدی کی فضیلت اور اسکی وجہ

بھائیو! ملک کا صدر جس بنگلہ میں رہتا ہو تو اس کا خادم خاص بھی جو اسے پنکھا جھلاتا ہے، جوتے اٹھائے ساتھ ہی رہتا ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے اوّل جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور پہلی امت میری ہی امت ہوگی جو جنت میں داخل ہوگی۔ تو سید الکائنات علیہ السلام کے غلام امتی بھی ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ بعض دفعہ غلام خدمت اور راستہ کی بھیڑ ہٹانے اور اطلاع دینے کیلئے آگے آگے چلتا ہے، تو ایسے غلام بھی ہوں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ کو حضورؐ نے بشارت دی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں تیرے قدموں کی چاپ میرے آگے آگے سنائی دے رہی ہے —— اور انبیاء علیہ السلام کا خواب بھی وحی ہے —— تو یہ ایک بڑا احسان ہے، خداوند کریم کا ہم پر کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ....

یہ وہ تاج و تخت اور وہ دولت ہے جس سے غلامان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا ہے، کہ تمام عمر اس کا شکریہ اللہ جل مجدہٗ کے سامنے ادا کریں تب بھی قاصر ہیں۔ اس امت کے

بہتر اور افضل ہونے کی وجہ آخر کیا ہے۔ ؟ کیا اس وجہ سے کہ اس کے پاس بہت بڑی دولت اور جائداد ہے۔ ؟ صنعت و حرفت اور کارخانوں کی مالک ہے۔ ؟ سلطنت اس کے ہاتھوں میں ہے۔ ؟ آخر کونسی وجہ ہے اسکی فضیلت کی۔ ؟

شانِ عبدیت

بھائیو! غلام وہ ہوتا ہے۔ جو آقا کے اشارے پر چلے اس کا حکم مانے اس کے رنگ میں پورا رنگ ہو جائے ——

ایک صاحب نے بازار سے غلام خریدا، گھر آکر نام پوچھا، کہا جو آپ کو پسند ہو، کہا کام کیا کروگے۔ ؟ کہا حضور جو آپ کا حکم ہو وہی کروں گا۔ کہا کیا پہنوگے اور کیا کھاؤ گے۔ ؟ کہا صاحب جو آپ دیں گے۔ مالک کو غصہ آیا کہ جواب سیدھا دیتا ہی نہیں —— غلام نے کہا صاحب غلام کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی خواہشیں اور تمنائیں آقا کے سامنے پیش کرے۔ اس کی خواہش تو وہی ہونی چاہیئے جو آقا کی مرضی ہو، ورنہ وہ تو غلام ہو نہیں سکتا۔ مالک کو اس جواب سے نصیحت ہوئی۔ اور رونے لگا، کہ اے غلام تم نے تو مجھے اتنی بڑی نصیحت دی کہ اپنے آقا اور مولیٰ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا تعلق استوار کر دیا۔ تم تو چند روپے کے عوض خریدے گئے، غلام اور خادم ہو مگر میں تو حقیقی معنوں میں اپنے رب کا محکوم اور غلام ہوں ہم سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہی ہمارا خالق و مالک ہے۔ اور جب تم نے یہ کہا کہ غلام کا آقا کے سامنے کیا مجال کہ اپنی خواہش پیش کرے۔ تو مجھے اپنے حال پر رونا آیا کہ میری تو زندگی برباد ہوئی، کہ تمام عمر اپنے مالک کی مرضی اور خواہش کے خلاف چلتا رہا۔ اگر وہ چاہے کہ ہم بیمار ہوں تو اس پر خوشی اور اگر صحت چاہے تو اس پر خوشی کرنی چاہیئے۔ وہ کھانے کا حکم دیں تو فوراً کھانا چاہیئے۔ مثلاً روزہ کے افطار کے وقت تعجیل مستحب ہے اور اگر وہ امساک کا حکم دیں مثلاً رمضان کے دنوں میں تو باوجود خواہش و بھوک کے نہ کھائیں نہ پیئیں۔ ہم ایسے غلام ہیں کہ مالک نے حکم دیا کہ نماز پڑھو ہم تارک ہیں۔ مالک نے حکم دیا کہ حرام رشوت و سود سے مجتنب رہو تو ہم حرام کیطرف دوڑے یہ ہے عبدیت — یہ اسلام ہے۔ فیا اسفیٰ

شاہ دولہؒ کی مثال

شاہ دولہؒ ایک صوفی گزرے ہیں۔ بڑے مجذوب اور بزرگ تھے، لوگ آئے اور کہا کہ صاحب دریا چڑھا آیا ہے۔ گاؤں ڈوب رہا ہے۔ کہا ابھی تک ڈوبا نہیں ہے؟ بیلچہ، کدال اٹھائی اور دریا کا رخ اور بھی گاؤں کی طرف سیدھا کرنے اور بند توڑنے لگا —— لوگوں نے کہا صاحب بچائیے

دعا کے تم نے یہ کیا کام شروع کر دیا کہ گاؤں جلد ڈوب جائے۔ تم ہوش میں ہو یا بے ہوش ہو۔؟ کہا "جہاں مولیٰ وہاں شاہ دولہ" یعنی جہاں مرضیٔ مالک ہے، وہاں غلام کی خوشی ـــــ یہ کیا بندگی اور غلامی ہے کہ آقا کہے بے حیائی مت کرو۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے بغیر مہذب دنیا میں گذر نہیں ہو سکتا۔ آقا کہے فلاں امور سے اجتناب کرو۔ یہ کہے کہ اس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ تو غلامی نہیں مذاق ہے۔ نصیحت کے لئے تو غلام کا ایک جملہ کافی ہے، جو اوپر بیان ہوا جس سے مالک کو عبرت ہوئی اور اسکی زندگی سدھر گئی۔

اُمتی کو حضورؐ سے کب نسبت ہوتی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا یا جو کچھ فرمایا اگر امتی نے اس پر عمل کیا تو کچھ تعلق اور نسبت اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اگر اس کا کھانا پینا حضورؐ کی سنت کے خلاف ہو۔ حضورؐ کی حکومت اور طرح اور ہماری اور طرح تو اُمتی ہونے کا یہ دعوہ غلط ہے۔ پھر ایسی امت خیر امت نہیں بلکہ "شر امۃ" ہے یہ امت اونچے مقام پر ہے اور جب اونچے مینار سے کوئی گرتا ہے تو ساری ہڈیاں چور چور ہو جاتی ہیں

یرفع اللہ الذین اٰمنوا والذین اوتوا العلم درجات ۔	اللہ تعالیٰ مومنین کی شان بڑھاتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کیلئے بڑے مراتب اور درجات ہیں۔

اگر کوئی زمین پر کھڑا ہو اور گر جائے تو معمولی چوٹ آئے گی۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا چین، جاپان، امریکہ، روس اور عرب وعجم سب کیلئے داعی اور بشیر و نذیر ہیں۔

وما ارسلنٰک الا کافۃً للناس بشیراً و نذیرا ۔	ہم نے تمہیں تمام لوگوں کیلئے بھیجا رسول بنا کر بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا۔

آقا تو دنیا بھر کے لئے داعی ہوں، شرقاً، غرباً، شمالاً جنوباً تمام مخلوق کو اسلام پہنچانے کی کوشش کریں اور امتی کو گھر کی بھی خبر نہ ہو۔ خواب وخیال میں بھی نہیں گزرتا کہ بیوی بچے صحیح معنوں میں مسلمان بنیں۔ سنت کے مطابق زندگی بسر ہو۔ بلکہ بچے مال و دولت حرام سہی کما کر لائیں یہی ہماری خواہشات۔

دعوت اسلام کا مقام

حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضورؐ کے عاشق تھے ادھر

صحابی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہے۔ خیبر کی لڑائی میں ان کی آنکھیں بیمار ہیں۔ دیکھنے کی ہمت نہ تھی، چہ جائیکہ جنگ اور جہاد کر سکیں۔ مگر خیال آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سخت گرمی اور دھوپ میں پھر عرب کے تپتے ریگستان میں ۶۳ سال عمر کے قریب کلمۃ اللہ پہنچانے کے لئے جہاد کریں اور ان کا امتی گھر میں پڑا رہے، یہ کب ممکن ہے۔! ——— اسی حال میں مدینہ سے روانہ ہوئے، کہ جتنا ہو سکے اتنی خدمت تو کروں گا۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا — جن لوگوں نے میری راہ میں کوشش کی میں ان کو اپنی راہیں بتلا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ امتحان لایا کرتے ہیں، ادھر حضرت علیؓ نے بیماری کی حالت میں ہمت کی، ادھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی متوجہ ہوئی کہ فتح خیبر کی عزت خدا نے انہیں دی۔ حضورؐ نے کل کے دن کیلئے بشارت دی کہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کا عاشق ہے اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں ——

یحب اللہ ورسولہٗ ویحبہٗ اللہ ورسولہٗ

سب ہی اس بشارت کے مصداق ہونے کی امید میں ہیں۔ دوسرے دن حضورؐ نے حضرت علیؓ کے بارہ میں دریافت کیا، معلوم ہوا کہ بوجہ بیماری مدینہ سے نہیں آسکے۔ پھر کسی نے کہا کہ حضورؐ وہ آچکے ہیں۔ حضورؐ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ اپنے ران مبارک پر ان کا سر رکھا اور دہن مبارک کے لعاب کو ان کی آنکھوں پر لگایا سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا فوراً شفایاب ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ اس کے بعد پھر کبھی مجھے آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضورؐ نے انہیں جھنڈا دیا۔ بڑے خوش ہوئے، اور کہا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا۔ اب جب تک سارے یہودی ختم نہ کر ڈالوں یہ تلوار نیام میں نہیں ڈالوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو، بلکہ پہلے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، قولوا لا الٰہ الا اللہ۔ کہ سوائے ذات خداوندی کے کوئی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی مالک بادشاہ نافع و مضر ہے نہ کوئی سوائے اس کے کمالات کا مالک ہے یہ سب خوبیاں اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ہیں۔ فرمایا کہ اے علیؓ اگر یہ تمام دنیا سرخ اونٹوں سے بھر جائے اور یہ تیری ملکیت میں آجائیں تو وہ اتنی خوشی کی بات نہیں جتنی کہ تیری دعوت سے ایک شخص کے اسلام قبول کرنے میں خوشی ہے کہ وہ بھی جنت گیا اور تم بھی جنت گئے۔ لوگوں کا تعلق مولیٰ سے

پیدا کرو ــــ کہ حضور اقدسؐ کی آمد کا مقصد یہی تھا حضور اقدسؐ نے اپنے عمل سے ہر موقع پر یہی سکھایا۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ حضورؐ کے چچا جنگ احد میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے مالک نے وحشی کو لالچ دی تھی کہ حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تو آزاد کرا دوں گا۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کے چچا اسد من اسد اللہ سیدنا حضرت حمزہؓ کو ناف کے نیچے نیزہ مار کر شہید کیا۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا جگر چبایا۔ کفار نے ان کے اعضاء رئیسہ کاٹ کر گلے کا ہار بنایا حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی چند سال بعد حضورؐ کے سامنے آیا۔ یہی ہندہ حضورؐ کے سامنے آئی صحابہؓ کا خون جوش مارنے لگا۔ کہ اس شخص نے حضرت حمزہؓ حضور کے محبوب چچا کو شہید کیا ہے، مگر پاس ادب سے خاموش تھے۔ ورنہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اشارہ ہو تو اس کی گردن کاٹ دی جائے۔ حضورؐ سے اجازت طلب کی کہ اس شخص نے ظالمانہ طریق پر آپ کے چچا کو شہید کیا، تو اس کا کام تمام کر دیں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ایک کافر کا کلمہ شہادت کہہ کر اسلام قبول کرنا تمام دنیا کے کافروں کے مار ڈالنے سے زیادہ قیمتی ہے اور اگر وحشی یا ہندہ کلمہ پڑھ لیں، تو سارے زمین کے کافروں کے قتل میں اتنا ثواب نہیں جتنا ان کے مسلمان ہونے میں ہے ــــ حضور اقدسؐ نے اپنے عمل سے درس دیا کہ تمہارا فریضہ کیا ہے۔ آج ہماری حس بالکل مر چکی ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔ دنیا کی قومیں مال و دولت لگاتی ہیں کہ یہ رسمی اور نسبی مسلمان بھی نہ رہیں اور ان کا مذہب قبول کر لیں۔ کفار کو اندازہ ہے کہ ایک کلمہ گو کا کتنا وزن ہے۔ آج عیسائی مشنریوں والے ہمارے ختم ہونے کے درپے مگر ہم اپنی جہالت سے نہیں سمجھتے وہ تمہارے گھروں میں آ کر تمہارے اوپر خرچ کرتے ہیں، موٹروں اور جہازوں میں سیر کراتے ہیں۔ عورتوں میں کام کر رہے ہیں کہ انہیں مرتد بنایا جائے۔ قطع نظر اس کے کہ غیرت اور حیا کہاں گئی ؟ مسلمان مرد یا عورت عیسائی ہو جائے تو ہم حضورؐ کو کیا جواب دیں گے خدا تم سے یہ پوچھے گا کہ اسلام کی کیا خدمت کی، کتنی دولت اسلام کی راہ میں خرچ کی اسلام کی کتنی تعلیم اور تبلیغ کی حضرت عمرؓ امیر المومنین بستر مرگ پر ہیں۔ مدینہ میں صدمہ کی وجہ سے کہرام برپا ہے۔ ایک نوجوان آپ کے سامنے کھڑا ہے، اور رو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے آواز دی بھائی! تمہارے پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔ ایسا نہ کرو (فقہا نے لکھا ہے کہ اس حالت میں نماز پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے) کپڑا اونچا ہو تو خراب بھی نہ ہوگا اور خدا بھی راضی ہوگا یہ متکبرین کا شعار ہے ؛

پھر انتقال فرما گئے۔ مسلمانوں کے امیر المومنین بستر موت پر بھی ایک چھوٹی سی بات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ امر بالمعروف اس امت کا شیوہ ہے۔ یہ دین خدا کی امانت ہے ہماری خوبی اور کامیابی اسی میں ہے کہ اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ حسن اتفاق سے آج ایک وفد تبلیغی جماعت کا یہاں آیا ہے۔ یہ وہ مخلص جماعت ہے کہ صحابہؓ کی یاد ان لوگوں سے تازہ ہو رہی ہے۔ ان میں ضعیف اور بوڑھے بھی ہیں۔ مگر مشرقی پاکستان سے یہاں تک پیدل سفر کر چکے ہیں۔ دین کیلئے ان لوگوں کی اس تڑپ اور ولولے کا نمونہ سلف صالحین اور صحابہؓ کے دور میں پایا جاتا ہے۔ حضرت شفیق بلخی رحمؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ جا رہا تھا، ایک لنگڑا اپاہج اور مفلوج شخص دیکھا کہ بدن گھسیٹتا جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اللہ کے گھر کی طرف جا رہا ہوں اور دس سال سے اسی حال میں آ رہا ہوں۔ حضرت شفیقؒ بڑے متحیر ہوئے اور اس کی ہمت پر تعجب کرنے لگے اس شخص نے تعجب کی وجہ پوچھی حضرت بلخیؒ نے کہا کہ تم ناتوان اور کمزور ہو فرمایا کہ نہیں مجھے شوق ہے اور محبت کسی کو کمزور نہیں ہونے دیتی اور اگر میں کمزور بھی ہوں تو وہ طاقت کا مالک ہے ـــــ دین کی تعلیم اور تبلیغ کیلئے ایسی ہمت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین۔۔

کامیاب و بامراد زندگی

یہ تقریر ایک مخلص اور صالح شخص کے جنازہ پر کی گئی

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو! ایک انسان وہ ہے جس کی زندگی اپنے فائدہ کے لئے ہو، ہر شخص اپنا گھر بناتا ہے، جائداد بناتا ہے۔ اپنی ذات کی ترقی اور بقا کیلئے کوشش کرتا ہے۔ ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنے کنبہ اور برادری کا خیال رکھتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے احسان اور ہمدردی غیروں سے بھی موجب اجر و ثواب ہے مگر رشتہ داروں کے ساتھ دو اجر اور دو ثواب ہیں تو بعض افراد اپنے کنبہ اور خاندان کے مفاد کو ڈھونڈتے ہیں۔

مخلوق خدا سے ہمدردی

اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو کل مخلوق اور تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ یہ بہت اونچا مقام ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

الخلق عیال اللہ فی الارض فاحبھم الی اللہ احسنھم الی عیالہ۔	ساری مخلوقِ خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کو وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اسکے عیال کیساتھ اچھا ہو۔

یہ ساری مخلوق اللہ کے ہاتھ کی صناعی اور کاریگری ہے۔ اور اگر کسی سے ہمیں مجازی محبت بھی ہو تو اس کے ایک ایک خط اور ایک دستخط سے بھی محبت کی جاتی ہے کہ دوست کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ مخلوق بھی اللہ کی دستکاری ہے۔ یہ وجود اللہ نے دیا۔ یہ آنکھیں ناک کان، ہاتھ، پاؤں یہ ساری نعمتیں کس نے پیدا کیں ـ؟ کسی سائنسدان نے اب تک اس کا دعوای نہیں کیا بلکہ یہ سب اللہ کے ہاتھ کی صنعت ہے اس نے اپنے یدِ قدرت سے یہ سب کچھ بنایا۔ تو جو اللہ سے محبت کریگا، ضرور اسکو مخلوق سے بھی محبت ہو گی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ارادہ کیا بد دعا کا کہ یا اللہ عرصہ دراز تک وعظ ونصیحت کارگر نہ ہو سکی اگر یہ لوگ تباہ ہو جائیں تو بہتر ہوگا ــــ قربان جاؤں اللہ کی رحمت سے کہ جواب میں فرمایا کہ فلاں کمہار نے برتنوں کی بھٹی تیار کی ہے، تم جاکر ایک پتھر اٹھاؤ اور کمہار کے برتنوں کی بھٹی پر دے مارنے کی اجازت مانگ لو، حضرت نوحؑ نے آکر کمہار سے اپنے اس شوق کا اظہار کیا۔ اس نے حیرت ظاہر کی کہ اپنے ہاتھ سے مٹی جمع کی پھر صاف کرائی۔ کتنی محنتوں سے یہ برتن تیار ہوئے اب میں تجھے کیسے اجازت دوں خواہ دس لاکھ روپے بھی ملیں مگر اس محنت کی اسطرح بربادی پر میرا دل کیسے امادہ ہو سکتا ہے۔ کوئی تجھے اجازت نہ دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مخلوق تو میں نے اپنے یدِ قدرت سے پیدا کی ہے۔ تجھے کیسے اسکی بربادی کی اجازت دوں۔ جب وقت مقررہ آیا اور خدا نے خود چاہا تو عذاب آگیا ــــ

ــــ تو اللہ کی نظر میں وہ محبوب ہے جو اللہ کی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک بمنزلۂ عیال ہے تو جب جان ومال، اولاد سب کچھ نہ اپنا نہ قوم نہ کنبے کا بلکہ اسلام اور تمام مسلمانوں کیلئے ہو جائے تو ایسا شخص بامراد اور کامیاب زندگی والا ہے۔

خلقِ خدا سے محبت رکھنے والوں سے کائنات کی محبت

پھر ایسے شخص کی جدائی کا۔ صدمہ بھی کسی ایک کا نہیں بلکہ سب کا صدمہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص پر صرف اپنوں کی آنکھیں نہیں روتیں بلکہ وہ جگہ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، تہجد پڑھتا تھا، اشراق پڑھتا تھا۔ تلاوت کرتا تھا وہ سب مقامات اسکی جدائی پر روتے ہیں۔ نہ صرف زمین بلکہ آسمان کے وہ دروازے بھی جن سے اس کے اعمال صالحہ اوپر جاتے ہیں وہ بھی گریہ کناں ہوتے ہیں کہ اس شخص کے اعمال خیر اب کیوں نہیں آتے، بند کیوں ہو گئے۔ کفار کے بارہ میں آتا ہے کہ ان کی تباہی پر نہ آسمان روتے ہیں نہ زمین ــــ فما بکت علیہم السماء والارض ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ اعباد صالحین کی جدائی پر سب روتے ہیں۔

فانی اور باقی

بھائیو! کامیاب زندگی یہی ہے کہ مقصد کو پہچان کر زندگی گذار دی جائے اور رب العزت کی قسم زندگی کا مقصد صرف عبادت اور ہمہ وقت اسے اللہ کی تابعداری میں گذارنا ہے۔ زندگی تو ختم اور فانی ہونے والی چیز ہے۔ ہم اور آپ سب جائیں گے۔ کوئی کسی میت کے ساتھ لحد میں دفنایا نہیں جاتا،

دفن بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ سب کچھ یہاں رہ جائے گا۔

ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ یہ صحت جانثار جوانی، علم، مال و دولت خویش و اقارب سب کچھ یہاں رہ جائے گا وما عند اللہ باق۔ اور اللہ کے خزانے میں جو اعمال و افعال، اقوال جمع کرائے اور روابط پیدا کئے وہی کام آئیں گے۔ قبر میں۔ دائیں جانب نماز چوکیدار بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ سرہانے قرآن مجید آجائے گا۔ بائیں جانب روزہ ہوگا۔ اور قدموں کی جانب تہجد یا صدقہ آجائے گا۔ اور یہ ایسا ہے کہ کسی کو پولیس گرفتار کرنا چاہے اور کسی وقت اس کو خدمات کے تمغے اور سرٹیفیکیٹ ملے ہوں تو اسے دیکھ کر پولیس معذرت خواہ ہو جاتی ہے کہ میرے پاس تو ایسا پروانہ ہے بادشاہ کا اسی طرح۔ قرآن خدا کا پروانہ ہے

قبر کی منزل

قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ :-

انا بیت الغربۃ :- میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں ——

انا بیت الظلمۃ :- میں اندھیروں کی جگہ ہوں —— انا بیت الدود۔ میں کیڑے مکوڑوں کی جگہ ہوں۔ تم اپنے گھر میں بستر اور روشنی کا انتظام کرتے ہو۔ میں مٹی کا گھر ہوں یہاں نہ بستر ہے نہ روشنی یہاں کیلئے بھی بستر لاؤ قبر کو روشن کرنے کا سامان لاؤ۔ اور کامیاب زندگی والا ہر وقت موت کیلئے تیار رہتا ہے۔ اس نے وہاں کے لئے اسباب و سامان کا انتظام کیا ہوتا ہے حضرت بلال ؓ بیمار ہیں، آخری وقت اپنے پرائے روتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ کیوں روتے ہو، ہنسو خوشی مناؤ، غم مت کرو، میں تو اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوستوں سے ملنے والا ہوں سے غداً القی الاحبۃ محمداً وحزبہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی۔

قبر کی منزل میں پوچھا جاتا ہے کہ من ربک۔ تیرا رب یعنی پالنے والا کون ہے —— ملازمت، تجارت، زراعت نے تیری پرورش کی یا رب نے۔ ؟ تو جو کچھ کر رہا تھا دنیا میں، کہیں خدا کی ذات کو تو پس پشت نہیں ڈالا۔ ؟ رزاق اپنے کاروبار کو بنا لیا تھا۔ تو رب کو کیسے رازق کہتے تھے۔ ؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان چیزوں کیلئے نماز اور عبادت نہ چھوڑتے تو وہاں قبر میں چالاکی اور جھوٹ نہیں چلے گا۔ صاف کہہ دیا جائے گا کہ فلاں کام، معاش اور صنعت کو تو نے رب سمجھا تھا۔

کتابوں میں آتا ہے کہ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا چہرہ انور سامنے

کر دیا جائے گا۔ اور پوچھا جائے گا کہ اس ہستی کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ ؛ علماء نے اس کی کئی توجیہہ کی ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اللہ کے مقرب بندوں کیلئے اس وحشت وظلمت کی منزل قبر میں اس سے بڑی نعمت دوسری نہیں ہو سکتی جس سے انہیں سکون اور انس حاصل ہو جائے۔ ایسے عالم میں حضورؐ کا دیدار کرا کر اس سے دنیا کا سب کچھ بھلا دیا جائے گا۔

حضورؐ سے نسبت

بھائیو! ہمارے دلوں میں وہ عشق نہیں جو چاہیئے اگر آج بھی ہمیں کہا جائے کہ اس دیوار یا پہاڑ کے پیچھے تمہیں حضورؐ کا دیدار کرایا جاتا ہے تو اس کے بدلے ہزار جان ومال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے حضورؐ کا ادنیٰ امتی تیار ہو جائے گا۔ تو جب قبر میں حضورِ انورؐ کا دیدار ہوتا ہوگا تو کتنی تسلّی اور سکون مل جاتا ہوگا۔ اب جو بدبخت ہوں گے حضورؐ سے اپنا تعلق قائم نہیں کریں گے، اپنا رشتہ کاٹ لیں گے تو کب صحیح جواب دے سکیں گے۔ اور جن کی صورت وسیرت حلیہ سب کچھ حضورؐ کی سنت کے خلاف ہوگا تو حضورؐ اُسے دیکھ کر کتنے خفا ہوں گے۔ بہت سے بدقسمت ہیں کہ مرتے دم تک اور مرنے سے ذرا پہلے بھی اپنی ڈاڑھی منڈوا دیتے ہیں شیو کرتے ہیں اور پورا حلیہ سنت کے خلاف لیکر قبر میں پہنچتے ہیں۔ ایسے لوگ حضورؐ کا سامنا کیسے کریں گے۔ نہ صورت سنت کے مطابق نہ لباس نہ عادات واطوار نہ اعمال وافعال۔

الغرض حضورؐ کی زیارت سے ساری وحشت اور پریشانی دور ہو جائیگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی سے سنا کہ "یا اللہ" اتنا لطف آیا کہ دوبارہ اُسے اللہ کا نام بلند کرنے کا کہا اس نے کہا جان ومال اور ساری متاع نذرانہ میں پیش کر دو تب کہوں گا۔ فرمایا سب قبول ہے مگر ایک بار پھر اللہ کا نام لو ــــــ بہر حال جس نے عالم آخرت کی تیاری کی وہ بامراد اور کامیاب ہے۔ ہر وقت اللہ سے طلب مغفرت ضروری ہے۔

مصیبت کا سبب اور علاج

دنیا تو مصیبتوں کی جگہ ہے ہم طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کے کچھ اسباب ظاہری ہوتے ہیں، کچھ حقیقی، رحم مادر میں ہماری زندگی تکالیف اور آلام سے خالی تھی، تو اسلئے کہ اس سے پہلے اور وہاں گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تھا۔ حسن بصریؒ کو لوگ تکالیف کی شکایت لے کر آئے، فرمایا استغفار کرو کہ اے اللہ میں ساری حق تلفیوں کا قصور وار ہوں۔ آنکھوں سے آنسو بہاتا دل میں اپنے کو گناہ پر نادم سمجھنا اور آئندہ کے لئے قصد

کرنا کہ اگلی زندگی پچھلی نافرمانیوں جیسی نہ ہوگی۔

استغفراللہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اسے استغفار کہتے ہیں۔

دوسرے نے حسن بصریؒ کے پاس آکر کہا اولاد نہ ہونے کی شکایت کی اسے بھی استغفار کرنے کا حکم دیا۔ تیسرا آیا، فقر و فاقہ کی شکایت کی اسے بھی یہی فرمایا، چوتھا آیا اور زمین و باغات کی بربادی اور خشک سالی کی شکایت کی اسے بھی استغفار پڑھنے کو کہا۔ گویا چار مریض آئے اور سب کو ایک ہی نسخہ تبلا دیا۔ کسی نے پوچھا کہ سب کو استغفار بتایا۔ حسن بصری نے آیت تلاوت کی کہ!

استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا و یمد کم

باموال و بنین و یجعل لکم انہرا۔

تو استغفار کا جتنا ورد ہو سکے کیا کرو۔ اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کپڑے کو صابن اور مسالوں سے دھو لیا جائے۔ اس طرح قلب زنگ آلودہ ہوتا ہے۔ تو اسکی جلا اور صفائی استغفار سے ہوتی ہے۔ اللہ کے سامنے اظہار ندامت و شرمندگی سے گریز کرنا تو ابلیس کا شیوہ ہے وہ فرشتوں کے زمرہ میں شمار تھا۔ مگر ایک بات نہ ماننے سے مردود ہوا۔ ہم کتنے بیشمار کام نافرمانی کے کرتے ہیں۔ ابلیس ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ملعون ہوا ہم ہر روز پانچ نمازوں کی ہر رکعت کے دو دو سجدوں سے بے پرواہی برتتے ہیں۔ پھر اللہ کی ناراضگی کتنی ہوگی۔؟ ابلیس نے اللہ کے حکم میں عقل کا دخل دیا کہ یہ حکم آپ کا فٹ نہیں، جیسے کہ آج کل کے روشن خیال کہتے ہیں کہ یہ تو عقل کے خلاف ہے اس کی حکمت و فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا ——

تو ابلیس نے غرور کیا، ہمارے جدِ امجد حضرت آدمؑ سے ایک بات سرزد ہوئی مگر رونے لگے۔ ربّنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین —

اللہ کو عاجزی پسند ہے تو رجوع بالرحمۃ ہوئی اور سب کچھ معاف کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

"اے بندے تیرے گناہ اگر آسمان تک بھی پہنچ جائیں مگر دل میں ندامت، ہوئی، اشک ندامت بہائے تو سب بخش دیتا ہے۔"

تو استغفار بڑی چیز ہے۔ شیطان مردود ہوا۔ تو بجائے استغفار کے چیلنج دیا کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے مردود کیا۔ تو اب ہر طرح سے اسے گمراہ کروں گا۔ ثم لاٰتینھم من بین

ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین
چوطرفہ اس پر حملہ کروں گا۔ آگے سے پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے اور اسے نافرمانی میں مبتلا کروں گا۔ مختلف طور پر اسباب گمراہی کے مہیا کروں گا۔ اس آیت میں چاروں طرف کا ذکر تو ہے مگر اوپر سے بیماری کا نہ کہا کہ: لآتینھم من فوقھم۔ اس لئے کہ اوپر کا کا راستہ رحمت خداوندی کیلئے کھلا ہے جیساکہ افلاطون نے حضرت موسیٰؑ سے سوال کیا کہ آسمان جو چاروں طرف سے محیط ہے اگر یہ کمان بن جائے اور تیر انداز اللہ ہو جو ہر طرف سے آفات و شدائد کے تیر برسائے تو بچنے کی صورت کیا ہوگی۔! حضرت موسیٰؑ نے فوراً کہا کہ تیر چلانے والے کے دامن میں آجاؤ۔ چاندماری کرنیوالے کی بغل میں کھڑے ہو جائیں تو زد میں نہیں آؤ گے۔ گویا کہا کہ اس کا دامن پکڑ لو تو بچ جاؤ گے۔

تو بھائیو! ابلیس نے جب اتنا بڑا دعویٰ کیا تو اللہ نے جواب میں فرمایا:

لا ازال اغفرھم ما استغفروا۔ تو جو بھی کرے میں اپنے بندوں کو بخشتا رہونگا بشرطیکہ وہ بخشش کے طلب گار ہوں۔

ہزاروں ماں باپ، حاکم، استاد، بادشاہ، بہن بھائی کی شفقت ایک طرف۔ سب اللہ کی شفقت پر قربان ہوں۔ انسان سے جتنے گناہ بھی بمقتضائے بشریت سرزد کیوں نہ ہوں مگر دوئے احساس گناہ کی وجہ سے، تو یہ بھی غنیمت ہے، اللہ معاف کر دیتا ہے۔ مگر آج تو گناہ کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے۔ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا یہ بھی شیطان کی چال ہے۔ اس نے سوچا کہ میں اسے گناہوں سے برباد کرتا ہوں تو یہ مجھے کلمۂ شہادت اور استغفار سے ہلاک کرتا ہے تو میں اسے خواہشات میں مبتلا کر دوں گا۔ جو جی چاہے وہ کرے اسے خواہش کہتے ہیں جس میں بہت سے کام گناہ ہوتے ہیں مگر یہ پھر بھی اسے خواہش سمجھتا ہے۔ گناہ نہیں سمجھتا اور ہلاکت کے گڑھے میں چلا جاتا ہے۔ بہرحال اس وقت بھی شدائد اور پریشانیوں کا علاج خدا کی طرف رجوع میں ہے۔ قوم یونسؑ کو عذاب خداوندی محسوس ہو گیا۔ نشانات نظر آئے تو ساری قوم باہر نکل آئی۔ گڑگڑا کر رونے لگی۔ عذاب خداوندی ٹل گیا تو اللہ کو عذاب لانا اور پھر ہٹا دینا بھی آسان ہے فرماتے ہیں: ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم اسے تمہیں عذاب میں ڈالنے سے کیا کام بشرطیکہ تم مومن اور شکر گذار بن جاؤ۔ اس کی نعمتوں کا کچھ تو شکر ادا کرو۔ حضورؐ نے فرمایا: لا یؤمن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ

خواہشات کو شریعت کے دائرہ میں لانا ہوگا

خواہش جو بھی ہو اس کے بارہ میں حضورؐ کی شریعت سے پوچھنا ہوگا۔

رمضان شریف میں چائے پی سکتا ہوں، روٹی کھا سکتا ہوں، بھوک لگی ہے۔ سب کچھ موجود ہے مگر خواہش پر پابندی ہے۔ شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح احتیاج ہے، ضرورت ہے، مگر پرایا مال ہے اس لئے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خواہش کو شریعت کے تابع نہ بنایئے تو ایمان کا دعویٰ غلط ہے۔ ابن المنتفق صحابیؓ ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا ذکر سنا، ملنے کی تمنا تھی، حج پر گیا۔ اس لئے کہ حضورؐ تشریف لے گئے تھے۔ منیٰ میں تلاش کیا مگر حضورؐ کو نہ دیکھ سکا۔ لوگوں نے کہا عرفات میں دیکھ سکو گے۔ وہاں لوگ اردگرد جمع تھے۔ دھکم پیل میں پہنچا۔ کسی نے ٹوکا کہ ادب سے کام لو حضورؐ موجود ہیں کہ یہاں تو رفع صوت بھی حبط اعمال کا سبب ہے حضور نے دیکھ کر فرمایا کہ اعراب میں سے ہے۔ چھوڑ دو اسے کہ آجائے۔ آکر حضورؐ سے پوچھا کہ جنت کیسے ملے گی اور جہنم سے کیسے بچوں گا۔

حضورؐ کی چار نصیحتیں

حضورؐ نے فرمایا دیہاتی عقلمند ہے، سوال مختصر ہے مگر بہت گہرا ہے۔ فرمایا:۔

۱۔ شرک مت کرو کہ سب کچھ اس عالم میں اللہ کی طرف سے ہے اعبد واللہ ولا تشرک۔۔ اس کی ذات، افعال، اعمال، کمالات میں کوئی شریک نہیں

۲۔ دوسری بات یہ فرمائی اقیم الصلواۃ۔ نماز کسی وقت معاف نہیں ہوتی، بیٹھ کر پڑھ لو، نہ پڑھ سکو تو اشارہ سے پڑھ لو۔ اسکی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیماری بھی ہو تب بھی اس کے بیشمار نعمتوں میں ڈوبے ہوئے رہو۔ اب اگر مالک کا در چھوڑ دو تو کہاں جاؤ گے۔ نماز تو اللہ کے در پر حاضری اور سلامی ہے قالب اور قلب دونوں سے عاجزی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع ہے اس پر مال و دولت خرچ نہیں ہوتا پھر یہ بھی نہ کر سکو تو یہ کوئی ایمانی کیسے کرتے ہو؟

۳۔ تیسری چیز زکواۃ یعنی مال سے حق اللہ کی ادائیگی کی تاکید کی

۴۔ چوتھی بات یہ فرمائی، ان تحب الاخیک ما تحب لنفسک جو اپنے لئے پسند کرو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرو۔ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی خواہش مسلمانی نہیں دوسروں کو برا کہو تو خود اپنی حالت پر بھی سوچا کرو۔

کرنے کی باتیں

اب چند باتیں ہمارے ذمہ ہیں ۱۔ کلمہ شہادت۔ اور الحمدللہ کہ سب مومن ہیں پڑھتے ہیں۔

۲۔ نماز جو سب پر فرض ہے اس میں مالدار اور غیر مالدار کا فرق نہیں (۳) زکوٰۃ جو صرف مالدار اور صاحب نصاب پر ہے۔ اور جو زکوٰۃ بھی نہ دے سکیں کم از کم نماز اور چوتھی بات کا تو پورا لحاظ رکھیں۔ اور وہ یہ کہ دل کا آئینہ تمام مسلمانوں کیلئے صاف رکھا ہے۔ محبت سے لبریز رکھے دوسروں سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ اپنی بھلائی ہے واللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ یہ تو اللہ نے اپنی مدد فرمانے کا راستہ بتلادیا۔ اور اگر تم دوسروں کی بیخ کنی میں لگے تو خدا تیری بھی کردے گا۔ دوسروں کی عیب جوئی کرو تو خدا تمہارے عیوب کھولدے گا۔ اللہ ہمیں اعمال صالحہ اور اپنی زندگی کو رضائے مولیٰ کے حصول کا ذریعہ بنادے۔ آمین

اسلام اور ہجرت کی حقیقت

——— خطبہ جمعۃ المبارک ۱۲ محرم ۱۳۹۱ھ ———

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ والمہاجر من ھجر مانھی اللہ عنہ

مسلمان اور مسلم کا مفہوم

محترم بزرگو اور بھائیو! مسلمان قوم جس کی تعداد ستر اسی کروڑ ہے۔ اور مختلف ممالک میں موجود ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمان ایک قومی اور وطنی یا جغرافیائی نام ہے، جیسے سید یا پٹھان، مہمند، یوسف زئی یا خٹک قبائل کا نام ہے۔ باقی حالت کچھ بھی ہو اگر پٹھان گھرانے میں پیدا ہوا تو پٹھان یا خٹک رہے گا، خواہ اس کے عادات و اطوار کیسے ہی کیوں نہ ہوں ـــــ تو جیسا کہ بعض نام خاندانی اور قبائلی لحاظ سے ہوتے ہیں۔ بعض وطنی اور نسبی لحاظ سے اس طرح مسلمان بھی بس ایک نام ہے کہ گھر اور محلہ مسلمانوں کا ہے۔ باپ دادا مسلمان تھے۔ حالانکہ مسلمان ہونا اس چیز کا نام نہیں، نہ یہ خاندانی نام ہے نہ صنعت و حرفت کی چھاپ ہے۔ بلکہ مسلمان وہ ہے جو اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دے اور اس کی ہر مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہدایات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اس کی زندگی ہو وہی مسلمان ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی نسل یا قوم سے ہو۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ کسی جہاد میں ایک صحابی جن کا نام غالباً کرکرہؓ تھا اپنے اونٹ سے کجاوہ اتارنا چاہتے تھے یا سامان لاد رہے تھے کہ کافروں کا ایک تیر آ کر ان کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اللہ کی راہ میں شہادت کے بہت متمنی رہتے تھے۔ اور ایک آجکل کے مسلمان ہیں کہ ذرہ سی قربانی بھی بمشکل دے سکیں۔

کثرت تعداد کے باوجود مسلمان کیوں کمزور ہیں

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دنیا کی دیگر امتیں تمہارے تقسیم کرنے اور بانٹنے کے لئے ایک دوسرے کو پکارتے ہوں گے۔ امریکہ اپنے دوستوں کو برطانیہ، چین اور روس اپنے اتحادیوں کو بلا رہا ہے کہ آؤ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ان کی حکومتوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بدل کر اور انہیں کمزور کر کے اپنے تسلط میں لے لیں —— حضورؐ نے اس کی پیشگوئی فرمائی کہ :

یوشک ان تداعی علیکم الامم کما تداعی الآکلۃ الی قصعتہا۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ دیگر اقوام تمہارے اوپر ایک دوسروں کو اسی طرح بلائیں گے جس طرح دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے والے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آ کر تم بھی شریک ہو جاؤ۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اَمِن قِلّۃٍ یومئذٍ۔ یا رسول اللہ کیا ہم اس دن بہت تھوڑے ہوں گے —؟ ہم تو جب ۳۱۳ افراد تھے اور ابوجہل نے ساری طاقت مقابلے میں پیش کر دی تھی اور خندق کے جہاد میں تقریباً ۳ ہزار تھے اور سارا کفر سمٹ کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت یہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے۔ تو کیا اس وقت کو ہماری تعداد ۳۱۳ سے بھی کم ہو گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں اس وقت تم بہت زیادہ ہو گے —— اور دیکھئے آج بھی ہماری مردم شماری سب سے زیادہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہماری ہر بات یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری مردم شماری بھی یورپ کے اعداد شمار پر بنی ہوتی ہے۔ اپنا کوئی انتظام نہیں ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ساری امتوں سے زیادہ ہے، دوسرے نمبر پر عیسائی ہیں ——

—— تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری تعداد اس وقت بہت زیادہ ہو گی۔ مگر جیسے خس و خاشاک ہوتا ہے۔ بظاہر بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے مگر معمولی سیلاب کے آگے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ کوڑے کرکٹ کی طرح پانی اسے بہائے جاتا ہے۔ ولکنکم غثاءٌ کغثاء السیل۔ سیلاب گھاس پھونس سب کو بھگائے جاتا ہے تو تمہاری حالت تعداد کے زیادہ ہونے کے باوجود ایسی ہی ہو گی۔

موجودہ بحران حبِّ دنیا کا نتیجہ ہے

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہوگی ___؟ فرمایا:

حبّ الدنیا وکراھیتہ الموت ۔ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ___ تمہارے دلوں میں دنیا کی محبت بس جائے گی۔

اس وقت مشرقی و مغربی پاکستان کے جھگڑے کا جو بحران ہے اور سارے عالم اسلام کی یہی حالت ہے اس کی وجہ یہی حبِّ دنیا ہے کہ حبِّ جاہ اور حبِّ مال کی وجہ سے اور اقتدار اور دولت کی ہوس میں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ ہر شخص انفرادی اور اجتماعی طور پر سب کچھ غصب کرنا چاہتا ہے اور حبّ دنیا میں سب کے حقوق پائمال کر رہا ہے ___ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچائے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں اتنا خطرہ نہ تھا۔ بلکہ ایک آس لگی ہوئی تھی کہ اسلامی ملک ہاتھ میں آجائے گا۔ ہم نے یہ پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا اس میں لا الٰہ الا اللہ کی عملی تعبیر ہوگی خدا کی حکومت کا عملی نمونہ پیش ہوگا۔ یہ ایک ایسی اسلامی ریاست ہوگی جو سارے عالمِ اسلام کی حفاظت کیلئے ایک قلعہ ہوگی۔ اور ہم انشاءاللہ پاکستان سے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلائیں گے۔ پاکستان کی آبادی تھوڑی آبادی نہیں ۱۱ کروڑ کی تعداد بہت بڑی تعداد ہے۔ مگر بدقسمتی سے اسلام کو ایک نعرہ بنایا گیا اور اصل اسلام کو طاق میں رکھ دیا گیا ___ افسوس! کہ اس عرصہ میں نہ ہم نے اسلام کا کردار دکھایا، نہ اخلاق و عادات اور خوبو پیدا کی۔

ذہنی غلامی

اسلام تو یہ نہیں کرتا کہ ہم اسے چاہیں یا نہ چاہیں از خود ہم پر مسلط اور چپکا رہے گا۔ اگر کوئی قوم اسلام چاہتی ہے تو اس کیلئے اپنے اخلاق و اعمال اور عادات و کردار کو بھی درست کرے گی۔

انگریز نے فرنگیوں کے دور میں اگر ہمیں اسلام سے روکا تھا تو اس ۲۳ سال کے عرصہ میں کس نے منع کیا۔ اس فکری غلامی میں ہم کیوں اب تک مبتلا ہیں، الحمدللہ کہ بظاہر ہم آزاد ہیں، جسم آزاد ہیں مگر ذہن وہی ہے کہ جو مغرب چاہے ہم اسکی تقلید کریں، وہ جو کچھ کہے یا کرے ہم کہیں بس یہی صحیح ہے۔ وہ اپنی زندگی کا سبق عیش و عشرت، مادہ پرستی، فحاشی

اور بے حیائی بنا چکے ہیں اور یہ کہ اپنی برتری اور دوسروں کی کمتری ثابت کی جائے، اپنے کو زور آور اور دوسرے کو زیر قدم دکھایا جائے ہم نے بھی یورپ کی انہیں باتوں کو اپنا شیوہ بنا لیا اور انہی نعروں کو اپنا لیا۔

انتخابات اور لادینیت کی لہر

اور ایک بڑی بدقسمتی یہ ہوگئی کہ صوبہ سرحد تو الحمد للہ ایک حد تک محفوظ رہا، مگر باقی خطوں نے مادیت، قومیت، عصبیت اور صوبائیت کے نام پر ووٹ حاصل کیا، اور نتیجۃً آج ہم اس مقام تک پہنچ گئے کہ اسلامی آئین تو ایک طرف رہا جو محض اللہ کے فضل و کرم ہی سے ہو سکے گا۔ اور اللہ اسے رائج کردے، نفس آئین بھی بننا مشکل ہوگیا اور ملک کی سالمیت بھی پس پشت ڈال دی گئی۔ ۲۳ سال میں ہم نے یہ کچھ ترقی کی ۱۹۴۷ء میں نعرہ لگایا کہ ہمارا نظام اسلامی ہوگا ہم ہندو عیسائی اور یہودیوں کا تمدن نہیں چاہتے۔ نہ ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں وہ سب کچھ اپنی جگہ رہ گیا۔

خدا سے اعراض کا نتیجہ

اب پاکستان بھی سالم رہتا ہے یا نہیں یہ بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے ہر خطہ علیحدگی چاہتا ہے۔ مگر یہ ملک کس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ دشمن کے گھر میں خوشیاں ہو رہی ہیں۔ آج ہمارے حالات کو دیکھ کر ہندو کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ امریکہ اور برطانیہ میں کتنی خوشی منائی جائے گی۔ ہم سب ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے ہیں، اسلام کو دلوں میں جگہ نہ دی تو اللہ نے دلوں میں نفرت کا بیج ڈال دیا —— گویا اسی بات کا ظہور ہو رہا ہے جیسے حضورؐ نے فرمایا کہ دیگر اقوام ہمیں آپس میں بانٹنے کے منصوبے بنا رہے ہیں —— اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا ایک سجا سجایا دسترخوان آزادی کی شکل میں دیا اور ہم نے اسکی ناشکری کی —— اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اگر میری نعمتوں کی قدردانی کی تو ضرور ترقی دونگا اگر ۲۳ سال میں ہم نے اللہ کے دین کو تھام لیا ہوتا تو آج اسلام کا جھنڈا ہر جگہ پر مضبوطی سے لگا ہوتا۔ مگر ہم نے ناشکری کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا وبال ہم پر مسلط کر دیا۔

ولئن کفرتم فان عذابی لشدید۔ اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

آج مسلمان مسلمان کو کاٹ رہا ہے۔ نہ ہندو سے لڑائی ہے، نہ انگریز سے، نہ امریکہ سے بلکہ مسلمان مسلمان کے ہاتھوں لٹ رہا ہے۔ ایسی قوم کیسے ترقی کرے گی۔؟ یہ ہے حبّ الدنیا کا

کرشمہ اور دوسری بات حضورؐ نے یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں موت سے ڈریں گے۔ ویسے تو ہم ہر آواز پر مرنے مارنے کیلئے تیار ہیں، لیکن اگر آواز ہو جائے کہ اسلام کی سربلندی کیلئے نکلو تو دیکھئے کہ کتنے تیار ہوتے ہیں ـــــ ایک بھی نہ نکلے گا ـــــ بلکہ سوچے گا اس کام میں کتنی تنخواہ ملیگی کتنی غنیمت حاصل ہوگی۔ صحابہ کرامؓ کو اللہ کی راہ کی موت کافروں کے شراب کے پیالہ سے زیادہ محبوب تھی اور مرتے وقت کہتے فُزْتُ وربّ الکعبہ۔ اللہ کی قسم اب کامیاب ہو گیا۔

ـــــ تو اگر ہم صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سیرت وکردار، شکل وصورت، اخلاق، معاشرت ہر طریقے سے مسلمان ہوتے، ہماری عبادت مسلمانوں جیسی ہوتی تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی اللہ کی رحمت سے اب بھی کوئی بعید نہیں اگر ہم سنبھل جائیں تو رحمت کا دروازہ بند نہیں، اور یہ موجودہ حالت ایسی ہے جیسے شاگرد کچھ نہ پڑھے تو استاد امتحان سے چند دن قبل اسے مارتا پیٹتا ہے کہ ان چند دنوں میں تیاری کرلو تب بھی کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو جب تک پورا عذاب ہم پر مسلّط نہیں ہوتا ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں بچلئے ـــــ اسی طرح تنبیہات ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا بھی سنبھل جاؤ تو میں تمہیں اپنی رحمت میں لے لوں گا۔

اسلام صرف ایک نام نہیں

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم اسلام کو صرف ایک نام سمجھے ہوئے ہیں حالانکہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ اعتقادات ہیں۔ اخلاق واعمال اور عبادات ہیں۔ میں نے صحابی کا واقعہ عرض کیا کہ جب وہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوا۔ تو صحابہؓ خوشی سے حضورؐ کو بشارت دینے گئے کہ الحمدللہ کہ ایک ساتھی تو شہید ہو کر جنت پہنچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ میں اُسے دیکھ رہا ہوں کہ ایک چادر میں لپٹے ہوئے آگ میں جل رہا ہے ـــــ اللہ ربّی ـــــ فرمایا اس کے سامان کی تلاشی لی جائے۔ سامان بیچارے کا کیا ہوگا۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی ہوگی۔ اُسے ٹٹولا تو دیکھا کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل ایک چھوٹی سی چادر رکھے ہوئے تھا۔ یعنی اس نے تقسیم سے قبل اسے اٹھالیا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔

لا یدخل الجنتہ الا المسلمون: دخولِ اوّل جنت کو اس شخص کی نہ ہوگی جو مسلمِ کامل ہوگا۔

ـــــ تو ہمیں نہ عبادت کا علم ہے نہ معاملات کا عبادات میں ہماری جو حالت ہے وہ

سب کے سامنے ہے۔ نماز جو بنیادی عبادت ہے اسے پس پشت ڈالدیا۔

الصلوٰۃ عماد الدین: نماز دین کا ستون ہے۔ نماز پہلا فریضہ ہے قیامت کے دن پہلا سوال اسی کا ہوگا۔ تو جب نماز سے یہ سلوک ہے تو باقی عبادات کا کیا حال ہوگا۔ کامل ناشکری کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ شیطان کو اللہ نے جس وقت مردود بنا کر دربار سے نکالا تو اس نے کہا:

لاٰتینّھم من بین ایدیھم ومن خلفھم ومن ایما۔ نھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین۔	اے پروردگار اس حضرت آدم کی وجہ سے تو نے مجھے نکالدیا تو میں سیدھی راہ بیٹھ کر چاروں طرف سے انسان پر حملہ کروں گا نیکیوں سے روکوں گا اور سوار و

پیادہ فوجوں کو ان پر دوڑوں گا۔ اور اے اللہ آپ ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہ پائیں گے۔

الغرض رسول اللہ فرماتے ہیں: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ پہچانتے ہو مسلمان کون ہے —؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں کے ضرر سے اور مسلمان محفوظ رہے۔ اسلام اور مُسلم سِلم سے ماخوذ ہے۔ سلم سلامتی، سلامت روی اور صُلح و آشتی کو کہتے ہیں۔ کم از کم اس نام کی تو کچھ لاج رکھنا ہو گی — ایک شخص مولوی کہلاتا ہے تو بہت سے کام کرنے کو اس کا جی اگر چاہے بھی تو مولویت کا نام اُسے برائیوں سے روکتا ہے — تو یہ اسلام اور مسلم کا نام جو حضرت ابراہیمؑ نے تجویز کیا۔ اس کی لاج ہمیں رکھنی چاہئے اور مسلم کا لفظ تب صادق ہوگا کہ ہم اسلام کے اصولوں کی روشنی میں اپنی عادات اور اطوار اور اخلاق کو سنوار لیں — اگر آپ اپنی پریشانیاں دور کر کے اپنی زندگی میں حقیقی خوشیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے پیارے مذہب اسلام کے اصولوں کو اپنالیں۔

اکرام مُسلم

لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکون خیراً منھم۔ کسی سے ناجائز ہنسی مذاق نہ کریں۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کی تحقیر نہ کریں۔ کسی کا مال نہ چھینیں، کسی کا خون نہ بہائیں، کسی کی آبرو ریزی نہ کریں۔ کسی کے حقوق غصب نہ کریں۔ آپ کے ہاتھوں سے سب مسلمان محفوظ

ہوں تب آپ مسلمان ہیں —— آج معاشرتی امور میں دیکھئے کہ کتنے لوگ اس حدیث پر پورے اترتے ہیں۔ اوروں کے ساتھ قول و فعل میں ہمارا کیا سلوک ہے۔ آیا ہمارے ضرر سے اور مسلمان محفوظ ہیں۔ ہمارے ہاتھوں اوروں کو تکلیف تو نہیں پہنچتی۔؟ —— تو جیساکہ حضورؐ نے فرمایا کہ مسلم کامل کا خطاب تب صادق ہوگا کہ اسکی زبان اور ہاتھ پاؤں سے ساری مخلوق اور خاص طور پر مسلم قوم محفوظ رہے۔

ظاہری اور حقیقی ہجرت

آگے فرمایا: والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه —— مہاجر کون ہے؟ وہ جو اپنے گھر بار وطن اور دار کفر کو چھوڑ کر دار الاسلام چلا جائے۔ وہاں کفار کا تسلط تھا۔ وہ عبادات میں رکاوٹ ڈالتے تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔ اس کو مہاجر کہتے ہیں۔ ظاہری ہجرت تو یہی ہے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ حقیقی مہاجر وہ ہے من هجر ما نهى الله عنه جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے انہیں چھوڑ دے، منہیات ترک کر دے، زنا، چوری، جوا ترک کر دے، بے نمازی نہ ہو وہ شخص مہاجر ہے اور جس نے گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا اور دار الاسلام میں آکر بھی عبادات کی پیروی نہیں کرتا اور نہ اللہ کے دین کو اپناتا ہے، منہیات میں لگا ہوا ہے تو وہ یہ توقع نہ رکھے کہ میں مہاجر کے مقام پر فائز ہو سکوں گا اور اللہ کے ہاں مجھے ہجرت نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سارے ملک کے تمام قائدین اور عوام کو متفق فرما دے، یہ ملک شر و فساد سے محفوظ رہے اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ زندگی اسلامی آئین اور دستور کے مطابق بنا دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

رمضان المبارک

فضائل، برکات، حکمتیں

* حضرت شیخ الحدیث کے غیر مطبوعہ خطبات جمعہ سے ترتیب دیا گیا

رحمتوں کی بارش کا مہینہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو شھرٌ اوّلہ رحمۃٌ واوسطہ مغفرۃٌ ـــــ وآخرہ عتقٌ من النار ۔ (الحدیث) ـــــ محترم بزرگو! جس طرح انسان کے بدن میں سر سے لیکر پاؤں تک مختلف اعضاء ہیں مگر سب اعضاء کا نہ ایک حکم ہے نہ ایک مرتبہ، پاؤں کا الگ حکم ہے، ناخن کا الگ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں الگ مقاصد رکھتی ہیں، دل اور آنکھوں کا الگ مقام ہے، الغرض انسان ایک ہے مگر اعضاء و جوارح میں فرق ہے، کھیت میں ایک ہی تخم اگتا ہے مگر پودے کے پتے الگ اور میوہ الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ جس میں ہر شخص فرق کر سکتا ہے کہ آنکھوں کا درجہ اور مقام ہاتھوں سے بلند اور دل کا مقام آنکھوں سے اونچا اور برتر ہے، اسی طرح سال کے بارہ مہینہ میں رمضان کا مقام اور درجہ بہت اونچا ہے۔ پھر رمضان میں آخری عشرہ (دس دن) تو درحقیقت ایسا ہے جیسے کہ رحمتِ خداوندی کی جھڑی لگ جائے، بارش کبھی بوندا باندی ہوتی ہے، کبھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اور کبھی تو لگاتار جھڑی لگ جاتی ہے کہ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ اس میں شدت آنے لگتی ہے اور جسطرح بارش سے سارا ملک سبزہ زار اور آباد ہو جاتا ہے۔

وجعلنا من الماء کل شیئٍ حیّ ﴿ (اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی بخشی)

اس طرح رحمت باطنی کی بارش سے سوکھے اور مرجھائے ہوئے دل لہلہا اٹھتے ہیں اور معنوی زندگی

مردہ دلوں کو نصیب ہو جاتی ہے، اور جسطرح پانی ایک بڑی رحمت اور نعمت ہے مگر جو قوم نعمتِ خداوندی کا شکر بجا نہ لائے تو یہی نعمت اس کے لئے وبال بن جاتی ہے اور قوم نوح کی طرح وہ قوم اسی نعمت کے ذریعہ ہلاک کردی جاتی ہے، اس طرح رمضان جو رحمت کی جھڑی کا موسم ہے جو شخص اس سے فائدہ نہ اٹھائے وہ عذابِ خداوندی کا موردبن کر رہ جاتا ہے اور رحمت کا یہی موسم اسکی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، اسی لئے حضورؐ نے تین مرتبہ بددعا دی اور فرمایا کہ ایسا شخص بہت بدقسمت ہے جس پر رمضان آکر گزر گیا، اور یہ خدا کی رحمت سے محروم رہا، اور بخشش ومغفرت کا اپنے آپ کو مستحق نہ بنایا فرمایا ایسے شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جائے گی۔ پھر جتنا بھی رمضان کا مہینہ گذرتا جاتا ہے، اس رحمت کے نزول میں اضافہ اور ترقی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخری راتیں تو اس رحمت کے پورے جوشش کی ہوتی ہیں۔

رمضان کا سارا مہینہ دھیمی دھیمی بارش ہوتی ہے اور آخری دنوں میں رحمت میں جوش اور تلاطم پیدا ہوکر رحمت کی جھڑی لگ جاتی ہے ـــــ تو رمضان خدا کی رحمتِ معنوی کا موسم ہے ٹھربار بیٹھے بیٹھے رحمت برستی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اس کا پہلا عشرہ (دہائی) رحمت ہے، رحمت خداوندی کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا عشرہ مغفرت ہے، اس میں گنہگاروں کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں، اور آخری عشرہ تو جہنم کی آگ سے خلاصی کے دن ہیں۔ وآخرہ عتقٌ من النار۔ اس میں دوزخ کے مستحق آگ سے بچائے جاتے ہیں، اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک کپڑا یا بدن میلا ہو تو معمولی گرد وغبار تو ذرا سے پانی سے چلا جاتا ہے، لیکن اگر قدرے سخت ہو تو پہلی دفعہ پانی ڈالنے سے میل کچیل نرم ہو جاتا ہے، لیکن اسے زیادہ ملنے اور رگڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، دوبارہ پانی ڈال دیا تو صاف ہوا، اور اگر میل کچیل زیادہ سخت ہو تو صابن اور گرم پانی میں جوشش دینے اور پتھر وغیرہ پر اسے مارنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس طرح لوہا ہے، وہ زنگ آلودہ ہو جاتا ہے تو لوہار اسے بھٹی میں ڈالتا ہے، سندان سے مارتا ہے کہ زنگ چلا جائے ٹھنڈا ہونے پر اُسے دیکھتا ہے، صاف نہ ہوا ہو تو اسے زیادہ گرمی اور حرارت کی ضرورت ہوتی ہے، بار بار اسے آگ میں ڈھالتا اور مارتا ہے، اور اگر بالکل مایوس ہو جائے کہ سارا زنگ آلودہ ہو چکا ہے تو اسے بے کار سمجھ کر بھٹی ہی میں چھوڑ دیتا ہے کہ جلتا رہے کیونکہ یہ اب کسی کام کا نہیں رہا

پس جو پاکباز ہیں ان کے قلوب تو پہلے ہی عشرہ میں شفاف ہو جاتے ہیں، اور جو پاکباز

نہ تھے اور گنہگار تھے، دوسرے عشرہ میں ان کے قلوب رحمت و مغفرت سے تروتازہ ہوئے اور جو دل کوئلہ کی طرح جل گئے تھے پورے زنگ آلودہ تھے، گناہوں کی وجہ سے دل چھان چھان ہو گیا ہے، تو اگر ایسے لوگ بھی سدھر جائیں، اللہ کی رحمت کے طلب گار بن جائیں، استغفار اور توبہ کرلیں تو رمضان کے آخری ایام ان کے لئے بھی۔ عتق من النار۔ (جہنم سے نجات) کا سبب ہیں، بشرطیکہ بندہ ذراسی توجہ اور طلب ظاہر کر دے۔ اور دنیا کی حکومتیں بھی ایسا کرتی ہیں، اعلان ہوتا ہے کہ فلاں دن یوم آزادی ہے اس دن دس سالہ قیدیوں کو رہا کیا جائے گا اور کبھی جب بہت بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے تو پھانسی کے مستحق اور عمر قید پانے والوں کو بھی درخواست کی صورت میں نجات کا پروانہ مل جاتا ہے۔

—— تو بھائیو! واللہ العظیم ایسی جھڑی کا مہینہ پھر ملے یا نہ ملے اس سے فائدہ اٹھاؤ، کچھ کاشت کر لو، آخرت کیلئے کچھ کما لو، اگر کسی کاشتکار نے بارش سے فائدہ اٹھایا، زمین پر محنت کی تو اسکی محنت بارآور ہوگی، اور جو غافل رہا تو اس کو سوائے محرومی اور افسوس کے کیا ملے گا، اور اگر کسی نے پہلے سے تیاری کی ہو، زمین صاف کی ہو اور تخم بو لیا ہو تو ایسے زمیندار کا دل باغ باغ ہو جاتا کہ اب تو انشاء اللہ محنت ٹھکانے لگ جائیگی۔ پس ان ایام میں آخرت کیلئے کچھ بو لو۔

حضور نے فرمایا:۔

الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ دنیا آخرت کے لئے کھیتی ہے

تم بھی اس موسم سے فائدہ اٹھاؤ جس میں نفل نیکی فرض اور ایک نیکی ستر نیکیوں کے برابر ہے پھر آجکل تو ٹھیکوں کا زمانہ ہے، نفع کیلئے رشوت دی جاتی ہے۔ پوری قوم اس لعنت میں ڈوبی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس گناہ سے بچائے ——

—— تو اللہ تعالیٰ اس موسم میں بغیر رشوت کے ستر گنا نفع دیتا ہے اور پھر دنیا کے ٹھیکیدار اگر سو میل سڑک بنا دیں، اور اسمیں دو ایک میل بھی خراب ہو تو مالک سارے کا سارا کام مسترد کر دیتا ہے۔ مگر اللہ وہ ذات ہے کہ اگر ایک سو میل بنائی ہوئی سڑک خراب ہے مگر دو ایک میل اس میں ٹھیک ہے تو وہ سب کو قبول کر دیتا ہے کہ صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر واپس آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہا جاتا۔ اگر مہینہ بھر رمضان کی قدر و قیمت نہ ہوئی، پچیس روزوں کو ضائع کر دیا اور آخری پانچ دنوں میں بھی سنبھل گیا، رو دیا، استغفار کیا تو اس صورت میں بھی اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور سب کچھ بخش کر اسے پورے رمضان کی برکتوں سے نواز دیتا ہے —— افسوس اور حسرت ہے

اس بدقسمت پر جو ایسی سردی کے موسم میں بھی روزے نہ رکھ سکا، وہ کسطرح قہرِ خداوندی سے بچ سکیگا یہ زنگ آلودہ لوہا ہے۔ جو بھٹی میں پھوڑ دیا جائے گا یا یوں کہئے کہ ایسی شوریدہ زمین ہے جس کی سرسبزی کی کوئی امید نہیں ——

(۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ خطبۂ جمعہ)

رمضان ۔ اللہ کی رحمتوں کا پیغام

محترم بزرگو! رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کیلئے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام تھا، اس پیغام کے مطابق جس نے مغفرت خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی، اللہ تعالیٰ نے اسے کامیاب کر دیا، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ؏

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

قسمت یاوری نہ کرے تو پیر اور استاد بہت کامل ہو تو کیا ہوتا ہے ——؟ کہ —— ؏

خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

بدنصیب دریا کے کنارے سے بھی پیاسا آجاتا ہے، مسجد میں بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھتا، ایسی سخت سردی میں بھی روزہ نہیں رکھتا، ایسے شخص کا تو سب کچھ لٹ گیا —— حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ایمان اور علم کی دولت تقسیم ہوتی رہی اور آج چودہ سو (۱۴۰۰) برس بعد بھی خٹک قوم کے ان خشک اور ویران پہاڑوں میں بھی لا الٰہ الا اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے، یہ وہی آواز ہے جو حضورؐ نے بلند کی مگر جو بدقسمت تھا، ابوجہل اور ابولہب حضورؐ کے گھر کی دیوار اور دروازے سے ملے ہوئے ہیں مگر محروم ہیں، ابولہب حضورؐ کے چچا ہیں ایک گھر ہے بیچ میں چھوٹی سی دیوار حائل ہے۔ حضورؐ ایک مرتبہ بوجہ علالت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے تو ابولہب کی بیوی نے کہا کہ اب ان کا شیطان ان سے روٹھ گیا اس لئے وہ آج نہیں اٹھے —— رحمت کا سمندر بہتا رہے مگر بدقسمت محروم رہے —— یہ کسی کی عقل اور سمجھ پر نہیں، علم اور قوت سے نہیں، اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری حالت بہتر بنا دے اور خاتمہ ایمان پر ہو ——

رمضان جیسا رحمتوں کا موج مارنے والا مہینہ آیا اور یہ نادم نہ ہوا اسکی آنکھوں سے آنسو نہ بہے اس کا دل سخت ہے تو یہ علامت ہے شقاوت کی، شقاوت کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا

کے بڑے بڑے منصوبے بنانا ہے، باغ لگاؤں گا، بنگلہ، زمین، ٹھیکہ، وزارت اور صدارت کے منصوبے بناتا ہے۔ اس ادھیڑ بن میں رہتا ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام آکر اسے گردن سے پکڑ لیتے ہیں، تیسری علامت بدبختی کی یہ ہے کہ اسکی حرص دن بدن بڑھنے لگ جاتی ہے — دنیا کی حرص اور محبت نے ہی ہمیں تباہ کر دیا اور یہ دو چیزیں بے حد خطرناک ہیں —

بہر تقدیر رمضان کے جتنے دن باقی ہیں انہیں غنیمت سمجھ لو، اب بھی موقع ہے، جب قیامت کے دن محروم اور غافل لوگ غم کے مارے اپنی انگلیاں کاٹیں گے۔ یوم یعض الظالم علی یدیہ۔ تو روزہ دار قیامت کے دن عرشِ خداوندی کے سایہ میں اسکی نعمت سے مالا مال ہوگا اور حسرت کرنے والوں کو اس حسرت و ارمان کا کوئی فائدہ نہیں ملے گا، قیامت کے دن ہر شخص کو حسرت ہوگی، افسوس ہوگا کہ دنیا کی زندگی سے آخرت کیلئے کیوں زیادہ فائدہ نہ اٹھایا اس لئے قیامت کو یوم الحسرۃ کہا گیا ہے، گنہ گار اور مجرم حسرت کریں گے کہ اے کاش! پیغمبر کا راستہ پر کیوں نہ چلے، فرنگی کا راستہ کیوں اختیار کیا۔ مگر نیکوکاروں کو بھی حسرت ہوگی کہ زیادہ نوافل زیادہ تلاوت اور زیادہ ختمِ قرآن کیوں نہ کئے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ رمضان میں ۶۱ ختم پورے کرتے۔

(۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ خطبۂ جمعہ)

عشرۂ آخرہ اور سحری کا وقت

آخری دس دنوں میں خصوصیت سے دو چیزوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ جن میں ایک۔ اعتکاف ہے جو اختیاری ہے اور ایک لیلۃ القدر ہے جسکی طلب اور تلاش کرنا ہے، اور طالب کا حکم بھی کسی چیز کے حاصل کرنیوالے جیسا ہے کہ یہ بھی اللہ کے ہاں پانے والوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہوتی کہ:-

کان یوقظ اھلہٗ فی العشر الاواخر	حضورؐ اس عشرہ آخرہ میں اپنے اہل وعیال
من رمضان وکل صغیرٍ وکبیرٍ یطیق	کو جگاتے تھے اور ہر بڑے چھوٹے کو بھی
الصلوٰۃ (اوکما قال)	جو نماز پڑھنے کے قابل ہوتے۔

گویا سات آٹھ سال عمر کے بچوں کو بھی حضورؐ تہجد اور نماز کیلئے جگاتے — ہم سب سحری کیلئے جاگتے ہیں، بچوں کو کھلانے پلانے کیلئے جگاتے ہیں مگر شیطان ہمیں

تہجد پڑھنے نہیں دیتا، ایسا قیمتی وقت بے پرواہی میں کھو دیتے ہیں، اگر ہم خود بھی دو رکعت پڑھ لیں اور بچوں کو بھی وضوء کرائیں اور دو رکعت ان سے پڑھالیں کہ عادت بن جائے تو کتنی بڑی خوش بختی ہوگی، اللہ اور بندہ کے درمیان سارے حجابات اس وقت اٹھا دئے جاتے ہیں مگر ہم کھانے پینے اور ہنسی مذاق میں سارا وقت ضائع کر دیتے ہیں، کھانا پینا تو چند منٹ کا کام ہے۔ چند لقمے لے لو اور اس سنہری وقت سے فائدہ اٹھاؤ۔ حضورؐ کی حالت تو یہ تھی کہ: وشدّ میزرہٗ۔ گویا کمربستہ ہو جاتے تھے اور یہ ایک محاورہ ہے کہ کسی کام کیلئے کمر باندھ لی تو حضورؐ تو سال بھر عبادت کے لئے مستعد رہتے مگر ان دنوں تو بالکل جہاد جیسی حالت ہو جاتی —— چاہیئے کہ ان دنوں ہم بھی خاص طور سے اہل و عیال کو دین کی طرف راغب کریں۔ کھانا پینا اور سونا بھی جائز ہے مگر اہم مقصد رغبتِ دین پیدا کرنا ہے۔

اعتکاف

حضورؐ ان ایام میں اعتکاف فرماتے۔ وکان یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان۔

اعتکاف کا معنی کسی چیز کو بند کرنا باندھ لینا اپنے آپ کو مقید اور محبوس کر لینا ہے، اپنی درخواست عاجزانہ شکل میں منوانے کیلئے کسی کے در پر پڑھ جانا کہ بارش ہو، دھوپ ہو، گرمی سردی ہو تیرے در کا غلام ہوں اس در پر پڑا رہوں گا جب تک میری درخواست قبول نہ ہو، نہ گھر جاؤں گا نہ اور کوئی دنیا کا کام کروں گا، روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، اٹھتا نہیں دھرنا مار لیتا ہے —— تو ایسی صورت میں تو سنگدل سے سنگدل حاکم بھی اسکی حاجت پوری کر دیتا ہے تو یہاں تو اللہ جیسے رحیم و کریم آقا سے معاملہ ہے اور رمضان جیسا بابرکت مہینہ ہے کہ ہر رات اللہ کیطرف سے مجرموں کو بخشش کیلئے پکارا جاتا ہے کہ اے مجرموں ذرا تو توجہ کر لو کہ معاف کر دوں، بخشدوں۔

ذرا سا بہانہ بھی مغفرت کا بن جائے تو بخش دیتا ہے۔ ہر رات اسکی آواز ہوتی ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والو ذرا تو آگے بڑھو اور کچھ تو دستِ طلب بڑھا دو۔ گناہوں سے توبہ کر لو، دل سے روؤ، اگر آنکھوں میں نمی آجائے کہ یا اللہ رمضان کی حرمت سے مجھے معاف کر دے تو وہ بخش دے گا۔ وہ تو رمضان کی ہر رات دس لاکھ مجرم بخشتا ہے، اور آخری رات تو مہینہ بھر کے مجرموں کے برابر —— تو جو اللہ کا بندہ گھر بار جائداد دوکان، سامان، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں قیدی کی طرح اعتکاف کی شکل میں مقید ہو گیا تو اسکی بخشش کیسے

نہ ہوگی ــــ ۹

اعتکاف یہ ہے کہ ایک شخص پنجگانہ جماعت والی مسجد میں بیسویں رمضان کی شام کو بیٹھ جائے۔ اگر عورت ہو تو گھر میں نماز کیلئے جو کونہ مختص ہو اس میں بیٹھ جائے، سوائے حاجاتِ انسانی کے اپنی اس قیام گاہ سے نہ نکلے، اکثر وقت ذکر و اذکار، تلاوت، نوافل اور نماز میں گذرے۔ یہ اعتکاف فرض کفایہ کیطرح سنتِ کفایہ ہے، اگر محلہ یا گاؤں میں کسی نے بھی نہ کیا تو سارا گاؤں یا محلہ تارک سنت ہُوا، اور کسی نے ادا کیا تو خود بھی اجر و ثواب کا مستحق بنا اور سارے محلہ کو بھی گناہ سے بچا کر احسان کیا۔ افسوس کہ ہم نے اعتکاف جیسی سنت کو عدیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ترک کر دیا ــــ لیکن کتنے لوگوں کو ہم نے دفنایا، اُس وقت مردہ کو دیکھ کر ذرا تو سوچ لو کہ "بابا کہاں جا رہے ہو، تمہیں فرصت نہ تھی، اب تو ہزاروں سال پڑے رہو گے، اب بھی فرصت ہے یا نہیں ــــ؛ یہ سب قبروں والے بڑے معروف تھے، کوئی کام نہیں چھوڑ سکتے تھے، مگر اب ان کی کیا حالت ہے۔

ــــ تو نہ دنیا ہماری وجہ سے آباد ہے نہ ویران ہے ــ بھائیو! قبر میں اکیلے خدا کے ساتھ معاملہ ہوگا، نئی دوستی تو اس وقت قائم نہیں ہو سکتی اور دنیا میں قائم نہ کی تو پکار رہ جائے گا کہ یارب اب کیا کروں ــــ، تو معتکف سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد کے کونہ میں بیٹھ گیا، تو گویا قبر کی زندگی دنیا میں اختیار کی، محبت اور رابطہ اللہ سے قائم کیا، نہ مکان نہ دکان، نہ زمینداری کی فکر نہ دوست احباب کی۔ تو بعد از مرگ اللہ سے ایسی الفت اور رابطہ کام آئے گا ــ پھر اعتکاف کو فضیلت اتنی ہے کہ حدیث میں اس کا اجر دو حج اور دو عمروں کے برابر فرمایا گیا ہے قانونی حج تو ہر مسلمان مستطیع پر فرض ہے مگر اسے اس عمل سے دو حج اور دو عمروں کا ثواب مل گیا۔

لیلۃ القدرؒ

دوسری چیز آخری دس دنوں میں ہر رات خاص ذوق و شوق سے عبادت کرنا ہے۔ جس میں لیلۃ القدر کا احتمال ہے جو طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں زیادہ محتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے۔ خیرٌ من الف شھر کہا ہے۔ ہزاروں مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، پھر "خیر" کی بھی کوئی حد نہیں، گویا بے حد اور بے حساب بہتر ہے، اسّی سال کی عبادت پر بھاری ہے، اور ان دس دنوں کے علاوہ رمضان کی ساری راتوں میں بھی لیلۃ القدر کا احتمال ہے۔ اگر کوئی اتنا باہمت نہ ہو کہ ہر رات شب بیداری میں گذارے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے مغرب وعشا اور صبح کی نماز باجماعت پڑھ

لی تو لیلۃ القدر کا ایک حصہ اس نے بھی پالیا تو ان ایام میں تو یہ لازم کر لو کہ نماز با جماعت چھوٹنے نہ پائے۔ مغرب کی اذان اور افطار کے بعد نماز گھر میں نہیں پڑھنی چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

لاصلوٰۃ لجار المسجد الافی المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کا فرض نماز صرف مسجد ہی میں ہوتا ہے۔

امام کیلئے بھی چاہیئے کہ رمضان میں اذان کے بعد قدرے توقف کرے اور مقتدیوں پر مسجد پہنچنا لازم ہے، الغرض یہ دو چار گھنٹے بھی رات ہی کا حصہ ہیں۔ تو خاص دعاؤں کا لحاظ رکھا جائے رمضان میں تیسری چیز تہجدؔ کو ملحوظ رکھنا ہے۔ جس کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے۔ اگر گالی گلوچ اور دیگر منہیات میں مشغول رہیں تو یہ روزہ کی ایک بدبودار لاش ہو گی، چاہیئے کہ اس میں لعلکم تتقون۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی روح آجائے، صبح سے شام تک زبان کو قابو رکھو، برائی حسد، بغض، کینہ، عناد ترک کر دو، کسی کا حق نہ مارو، اپنی نظریں نیچی رکھو، اپنے کانوں کو فلمی گانوں سے قطعاً بچاتے رہو، اس لئے کہ نامحرم عورتوں کی آواز سننا حرام ہے، اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے بچاتے رہو، جتنا بھی ہو سکے تقویٰ اور پرہیزگاری کا جذبہ پیدا کرو، یہی روزہ کامیاب ہو گا جس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہو گا ـــــ

قرآن اور تراویح

تراویح میں کم از کم ایک دفعہ ختم کرنا سنت ہے اب تک مسلمانوں میں حضورؐ کی یہ سنت رائج ہے اور اس کا مقصد قرآنِ مجید کا سننا سنانا اور اس پر عمل کرانا ہے جسے خدا زیادہ ہمت دے تو اور بھی بڑی نعمت ہے مگر اسے ہماری کمی کہیئے کہ شیطان پہلے تو نیکی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے اور اگر شروع کر دیں تو جلدی اور عجلت کراتا ہے کہ جلدی جلدی ٹھوکر لگاؤ یا جیسا کہ مرغی ٹونگا لگاتی ہے، اور یہی تلاش ہوتی ہے ایسے حافظ کی جو پندرہ بیس منٹ میں ساری تراویح پڑھا وے، جتنا بھی خیبر میل۔ گاڑی کی طرح تیز دوڑ سکے وہی اچھا حافظ ہے، گویا تیز رفتاری اور ترقی کا زمانہ ہے ہم تراویح میں کیوں تیز رفتار نہ بنیں، تو بھائیو! یہ بہت غلط بات ہے۔ تراویح میں جتنا زیادہ وقت لگ جائے موجب اجر ہے اور جتنا بھی صحیح تلفظ ہو، حروف کی تصحیح ہو کہ مقتدی کی سمجھ میں آسکے اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا، شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے اپنی نیکی برباد نہ کرو، شیطان کبھی یہ روڑا اٹکاتا ہے۔ منکرین حدیث وغیرہ کے ذریعہ کہ بغیر مطلب سمجھے ہوئے تلاوت، اور اس کے سننے کا کیا فائدہ، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل اس لئے کیا کہ ہم اسے پڑھیں، حفاظ سے سنیں اور اس

کو سیکھ کر اس پر عمل کریں۔

موجودہ تعلیم

حضورؐ نے فرمایا: جس پیٹ دماغ اور جس روح میں قرآن نہ ہو تو وہ پیپ اور خون سے بھرا ہوا اچھا ہے۔ فلمی گانوں اور اشعار سے تو دماغ بھرا ہو قسم قسم کے اشعار اور گانے کیا مرد اور کیا عورتیں حیوانات کی بولیاں اور نقلیں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کو یاد ہوں اور اس میں اتنا انہماک اتنا توغل اور ذوق وشوق ہو کہ شعر خواہ مہمل الفاظ کا کیوں نہ ہو بڑے چھوٹوں کو یاد ہوں اور قرآن کے تلفظ تک سے محروم رہیں اور پہلے تو کچھ نہ کچھ تھا، اب تو بدقسمتی سے سب کچھ چلا گیا، کاش ہم سمجھتے کہ اس قوم کی ترقی اور صحیح تعلیم و تربیت دین ہی سے ہو سکتی ہے، اگر موجودہ تعلیم سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تو واللہ اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کیا بات ہوتی مگر یہ تعلیم تو دین کے لئے نہیں بلکہ عیسائیت قادیانیت اور پرویزیت کے لئے ہے، اس لئے نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا کلام سیکھیں بلکہ دین کی جڑیں کیسے کاٹیں گے، سرخ گورا کیسے بنیں گے، کھڑے ہو کر پیشاب کیسے کریں گے، کوٹ پتلون کیسے پہنیں گے۔ یہ تعلیم تعلیم کی جو رٹ لگائی جا رہی ہے اس کی تہہ میں گورا اور فرنگی بیٹھا ہوا ہے، اس تعلیم نے مرد اور عورتوں کو ننگا کر دیا۔ سڑکوں اور محفلوں میں نچوایا، یہ بے حیائی ثمرہ تھا اس تعلیم کا کیا اس تعلیم پر ہم خوش ہوں گے اس پر تو ہم روتے ہیں اور جب روتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ملا ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے ــــ

ــ ارے ظالمو! زنا کرنا ہے تو خود کرو، اپنی بہن بیٹی کو نچواؤ، پوری قوم اور پوری رعایا کو کیوں زانی اور ڈانسر بناتے ہو، اگر یہ تعلیم دین اور اچھے اخلاق کیلئے ہوتی تو کونسا مسلمان اس پر خوش نہ ہوتا، مگر یہ تعلیم تو ڈانس کے لئے ہے، اوپر جاؤ تو انگریز اور سیم بنو، رقص و سرود اور عیاشی سیکھو۔ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں سکول سے آ کر بجائے اللہ اور اس کے دین کی بات کے بلی کتا کی رٹ لگاتی ہیں اور جب بڑی ہوتی ہیں تو مشترکہ ڈانس اور کلچر سکھایا جاتا ہے۔ اس صورت میں قرآن کی تعلیم اور پڑھنے پڑھانے اور سننے کی کیا صورت ہو۔

روزے کا مقصد روزہ اور قرآن

رمضان کے تیس دن ہماری ٹریننگ اور عملی تربیت کے دن ہیں، جس طرح فوجی تربیت ہوا کرتی ہے۔ اسے لڑائی کیلئے جنگلوں اور میدانوں میں رکھا جاتا ہے، بھوک اور پیاس کی عادت ڈالی جاتی ہے اسطرح جب رات کو ہم نے پارہ سوا پارہ قرآن مجید سن لیا جس میں کچھ اوامر ہیں کچھ نواہی ہیں تو اب ہم دن کو اپنی خواہش اور ھوٰی کو اپنے قابو میں رکھیں گے، قد

کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش کے پیچھے نہیں جائیں گے بلکہ اسکی عملاً تعمیل کریں گے۔ خدا کا حکم ہے کہ مت کھاؤ، مت پیو، جی چاہے گا مگر ہم رک جائیں گے، دن بھر رات کی تراویح کا سبق دہرایا جا رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ عمر بھر اللہ کے احکام کی اس طرح تعمیل کرنی ہے جیسے رمضان میں اور قرآن کریم پر اسی طرح عمل پیرا ہونا ہے، اس لیئے قرآن مجید اور رمضان کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ اسی مہینہ قرآن اتارا گیا اور اسی مہینہ ہر سال دہرایا جاتا رہا۔ اور یہ سننا صرف سننا نہ ہو بلکہ ایک ایک مسئلہ کو سننا اور اس پر عمل کر کے دکھانا ہے — صحابہؓ نے ایسا کر دکھایا۔ مثلاً اسلام کا ایک مسئلہ ہے کہ اپنی ذات کیلیئے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، حضرت عثمانؓ حضورؐ کے داماد ذی النورین ہیں، خلیفہ ثالث ہیں، ساری اسلامی سلطنت پر حکومت ہے، دشمنوں نے محاصرہ کیا، فوج، پولیس اور ذاتی غلام بے شمار موجود ہیں، ایک اشارہ ہو جاتا یا کم از کم لوگوں کو روکتے نہ تو دشمن کا منٹوں میں صفایا ہو جاتا مگر آخر تک لوگوں کو باغیوں پر اسلحہ اٹھانے سے منع کیا کہ اپنی ذات کے لیئے اور حکومت قائم رکھنے کے لیئے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا، گھر کے گرد اپنے ذاتی غلام ہیں، انہیں یہ کہہ آزادی کا موقع دیا کہ جس نے اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دیا وہ آزاد ہو گیا اور حکم دیا کہ میرے مخالفین پر تلوار نہ اٹھائی جائے، یہاں تک کہ شہادت سے سرفراز ہوئے، مگر قرآن کی تعلیم انما المومنون اخوۃ پر عمل پیرا رہے کہ ذاتی وقار کیلیئے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا — الغرض رمضان میں ہم سب طالب العلم ہیں، جتنا بھی قرآن رات کو سنتے ہیں اس کا خلاصہ اور اجمال یہی ہے کہ خدا کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ روزہ اسکی عملی تربیت ہے۔

روزے کی روح

جس کے بغیر روزہ بے روح لاش رہ جاتا ہے۔ انسان کی صورت اچھی ہو بڑی شان و شوکت والا ہو مگر جب روح نہ ہو تو مسلمان اسے دفن اور ہندو اسے جلا دیتے ہیں، یا دریا میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ روح نہیں تو انسان بھی نہیں۔ اگر اس بلا روح لاشے کو ہم رکھیں گے تو تعفن اور بدبو پھیلے گی۔ اسی طرح یاد رکھیئے کہ اعمال کی بھی ایک روح ہے اور ایک صورت — تو صورت صبح صادق سے مغرب تک تین چیزوں سے پرہیز کا نام ہے، اور اسکی روح یہ ہے کہ ہم میں تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو۔ روزہ جہاد کی عملی تیاری ہے، بھوکوں پیاسوں کی مدد کرنے کا احساس روزہ دلاتا ہے روزہ ہمیں حرام سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ روزہ ضبط نفس کا سبق دیتا ہے — اللہ تعالیٰ ہمیں برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

برکاتِ رمضان

جود و بخشش کا موسم بہار

خطبہ جمعۃ المبارک
یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد —— وعن عبد اللہ بن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون حین یلقاہ جبریل علیہ السلام وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَجْوَدُ بالخیر من الریح المُرْسَلَۃِ ——

خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت

محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور یہ خداوند کریم کے ان عظیم نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں، سب سے بڑی نعمت ہے کہ ہمیں حضور اقدسؐ کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوں گا۔ اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو وہاں اس کا خادمِ خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا

جب اللہ جل مجدہٗ نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہیئے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردارِ دوجہاں کے نقشِ قدم پر چلیں۔ ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے، اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ — جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک
اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن — میں اسکے والد اسکی اولاد اور ساری مخلوق
سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص مؤمن نہیں کہلا سکتا۔

صحیح اولاد وہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کے صحیح اتباع اور پیروی اختیار کرے اور جو اپنے والدین کے نقش قدم پر نہ ہو لوگ اسے نااہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امتی وہی سچا امتی ہے جو حضور کی سنت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امتی ہونے کا دعویٰ کرے مگر اپنے نبیؐ کی اتباع نہ کر سکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعویٰ اس کیلئے باعث تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم کا مہینہ ہے۔ خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات و اکرامات کئے ہیں اور کر رہا ہے۔ اسکی نعمتیں تو لاتُعَدُّ و لا تحصیٰ ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح ہماری زندگی ہمارا وجود، یہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں دل و دماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی، غلہ، پھل، پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جل شانہٗ نے زمین کے دستر خوان پر ہمارے لئے بچھا دیا۔ پھر خاص طور پر انسان کو تو اشرف المخلوقات بنادیا، اپنا خلیفہ بنادیا، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تاکہ وہ اس میں تصرف کرتا رہے۔ یہ خاص انعام ہے ——

انسان سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے

سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا۔ اپنے کلام کے نزول کا اہل بنادیا۔ اسکی افہام و تفہیم اور اسکی تلاوت کرنے سے نوازا —— ہر نعمت اسکی بے حد ہے مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریم کو مبعوث فرما کر ان کے ذریعہ ہمیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا، اور ہمیں اس قابل کردیا کہ اسکی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں اس پر غور و فکر کریں۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِر — ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کیلئے آسان بھی بنادیا۔

قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے۔ اور خدا کی ذات وصفات کا تحمّل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے۔ تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس ــــ کلام لفظی کی شکل دیکر اسے آسان کردیا

تلاوتِ قرآن صرف اس امت کی خصوصیت ہے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں، اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں، جب سورہ فاتحہ ختم ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآنِ مجید پڑھا جائے، وہاں ملائکہ جمع ہوکر عرش تک اوپر نیچے پر لگا دیتے، اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں (حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة) کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کے مورد بن سکیں اور اسے سن سکیں۔ تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت و منقبت صرف اس امت کو حاصل ہے۔ اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰؑ کو تورات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اسکو کلام نہیں کہہ سکتے۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق

کتاب الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر متکلم تلفظ کرے اور آواز و صوت پیدا ہو اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو، اس کو کتاب کہیں گے، اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت کردیا مشافہۃً کہ وہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے۔ تو قرآنِ مجید اللہ کا کلام ہے، اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل مجدہٗ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا۔ اور تلاوت اسکی آسان فرمادی۔

ماہِ رمضان کی برکتیں

تو اس مہینہ میں قرآنِ مجید اتارا گیا۔ شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک تسبیح سبحان اللہ کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کے برابر اجر ہے ــــ

ایک فرض کا ستر (۷۰) فرضوں کے برابر ثواب ہے۔ ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ

اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے۔ کہ جہنّم کے شدائد میں کمی آجاتی ہے، جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں، تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنّم کا دروازہ کھولا جاتا ہے کہ اسکی بدبو۔ گرمی اور شدّت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہے ان کے لئے جنّت کے دروازے قبر میں کھولدیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح وریحان اسکی خوشبو اور تروتازگی ان تک پہنچتی ہے

القبر روضۃٌ من ریاض الجنّۃ او حفرۃٌ من حفر النیران۔

قبر یا تو جنّت کے باغیچوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ۔۔

تو جو لوگ بُرے اعمال اور فسق وفجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں ـــ تو رمضان میں جہنّم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو کچھ چھٹی مل جاتی ہے۔ اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے ـــ

جہنّم کے دروازے بند ہو جانے کا مطلب

اس طرح اگر کوئی گنہ گار رمضان ہی میں مرگیا تو جیسے کہ جیل خانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جاسکتا ہے۔ ملاقات بھی خویش واقارب کر سکتے ہیں مگر جب جیل کا دروازہ کھلا اور وہاں داخل کر دیا تو سب رعایتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو اگر یہ شخص جو گنہ گار ہے اور مستحقِ جہنّم ہے، اس مہینہ میں مرجائے تو ختم رمضان تک تو کم از کم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب

حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے، رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ نے جنّت کے داخلہ کیلئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلہ ستر نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ہر رات آواز ہوتی ہے غیب سے کہ۔ ویا باغی الخیر اقبل۔ اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ ایک دفعہ استغفار کر تسبیح پڑھ، نماز پڑھ لے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کردے۔

ویا باغی الشرّ اقصر۔ اور اے شر کے طلب گار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں

رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل، جوا، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگاتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا مگر یاد رکھیئے۔ رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگا سکتے۔ کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہے اور اس کو سمندر کی تہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔
صفدت الشیاطین و مردۃ الجن۔ میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف ہو گیا، لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اللہ کیطرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہو جاتے ہیں۔ گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں۔ تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا تو سمجھ جایئے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں، وہ خود شیطان بن چکا ہے۔ کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے۔؟ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

ان اعدیٰ عدولك نفسك التی بین جنبیك۔ — یہ تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔

نفسِ امّارہ کی کارستانیاں

یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوّامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گے

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں۔؟ اور تو کون ہے۔؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو ربّ ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔ مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ۔

"انت انت وانا انا"۔ "تو تو ہے اور میں میں ہوں"

یہ نفس خبیث کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں۔؟ میرے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے، میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے، گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال

اور اسکی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا۔ تو ہم اپنی بددینی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سربلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا، مگر اب تو ہم ۲۲ سال سے آزاد ہوئے ہیں، غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور اسلامی قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں بلکہ اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا نہیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفسِ خبیث کا پنجہ پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے دل نرم ہو گئے، باجماعت نمازیں پڑھنے لگے۔ پہلے ان پر شیطان کا تسلّط تھا، اب وہ جیل گیا۔ تو یہ آزاد ہو گئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جائیے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

فلا تلوموني ولوموا انفسکم۔ مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا۔

تو بھائیو یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ اس رمضان میں ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں۔ بررات آواز آتی ہے۔ یا باغی الخیر اقبل۔ اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں۔ ویا باغی الشر اقصر۔ اے شر کے طلب گار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے۔ تو اے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ ذرا شرم وحیاء خداوند کریم سے کر اور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص

رمضان کی رحمتوں میں بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

الصوم لی وَأَنَا اُجزی بہٖ۔ روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہوگا وہی روزہ رکھے گا۔ روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اس میں ریا بخود نہیں آ سکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے، اللہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، غنی

ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے ان تمام چیزوں سے، تو اس کا غلام بھی اپنی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی وہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بُلا لیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اُسے تمغہ سے نوازتا ہے دوسرے ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی، تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہِ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔ ایک دوسری قرأت "انا اُجزیٰ بہ" کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اسکی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دیگا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اُس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے، مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں۔ مظلوم سب کچھ لے لیگا۔ مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا۔ یہ نیکی محفوظ رہے گی الصوم جنّۃٌ۔ روزہ ایک ڈھال ہے۔

رمضان اور نزول قرآن کا باہمی تعلق

پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت وہی ہے جو میں نے عرض کردی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا ــــ

یہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، راتوں کو جاگتا ہو، یک سو ہو کر ایک ہی طرف کا رہے، توجہ ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے تصوّر میں اور اس پر عمل کرنے میں مستغرق رہنا یہ عملی تربیت ہے۔ قرآنی تعلیمات کی اس لئے روزہ ہی میں قرآن نازل کیا گیا ــ

"شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن"

خداوند کریم نے بیت العزّت سے آسمانی دنیا میں اسی ماہ قرآن اتارا ــ

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ــ پھر بیت العزّت سے نزول جو شروع ہوا وہ

بھی ایک روایت کے مطابق رمضان ہی میں ہوا تو چاہیئے کہ رات دن تلاوت کا اہتمام کریں رات کو ایک مرتبہ تراویح میں قرآن سننا سنّت ہے اور پھر ہمارے اکابر امام ابو حنیفہؒ جیسے بزرگ تو ہر دن اور ہر رات ایک ختم فرمایا کرتے تھے۔ ان حضرات نے رمضان کا کوئی۔ لمحہ اور کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا۔ اگر تلاوت نہ کر سکیں تو استغفار، تسبیح اور تحمید اور ذکر تو کر سکتے ہیں۔ ان امور میں غفلت نہ کریں، حدیث کی تشریح کیلئے وقت نہ رہا۔

حدیث کی تشریح

البتہ اس کا ترجمہ عرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہا کو پہنچ جاتی تھی۔ جب جبرئیلؑ آپ سے ملاقات فرماتے اور جبرئیلؑ رمضان شریف کی ہر رات میں آپ سے ملاقات فرماتے تھے اور قرآن کریم کے دور کرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کے معاملہ میں چلتی ہواؤں سے زیادہ تیز ہو جاتے تھے۔

سخاوت اور جود میں فرق

حدیث شریف میں لفظ جود ہے۔ سخاوت اور جود میں فرق ہے۔ سخاوت صرف مال کی تقسیم کا نام ہے اور جود اعطاء ماینبغی لمن ینبغی۔ کو کہتے ہیں جو کہ عام ہے صرف مال دینے پر موقوف نہیں بلکہ جو شئے بھی جس کیلئے مناسب ہو اسے دیدی جائے۔ بلا امتیاز تمام اشیاء کی تقسیم کا نام جود ہے۔ مثلاً فقیروں کو اموال تقسیم کرنا تشنگانِ علوم کیلئے افاضۂ علم گم کردہ راہوں کیلئے ہدایت کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

حضورؐ کی جود

تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس تھے۔ آپؐ ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسبِ حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز کے بعد سب کو تقسیم کر دیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہی جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے، اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لائے۔ فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبرؐ کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا تو فوراً واپس تشریف لے آئے حضرت

امّ المؤمنین گھبرا گئیں۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جا رہے ہیں، فرمایا: مالی وللدنیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔ ایک بار عرض کیا کہ آپ کے آرام کیلئے یہ تکیہ بنایا تو مالی وللدنیا کہہ کر فوراً تقسیم کر دیا، ایک عورت بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائی، عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں۔ حضورؐ نے از راہِ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت اچھا ہے مجھے دیجئے۔ آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے۔ پرانا تہبند پہنا اور اس کو تہ کر کے اس صحابیؓ کو عنایت فرمایا۔ لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی۔ تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے یہ تہبند مانگا کہ اس کا اتصال آپؐ کے بدن مبارک سے ہو چکا ہے، میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے جسدِ اطہر سے یہ کپڑا ملاقی ہوا ہے، تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا غزوۂ حنین کے موقعہ پر بہت سے دیہاتیوں نے آ گھیرا کہ کچھ عنایت فرمائیے۔ ہم آپ کا مال نہیں مانگتے آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے، اللہ کا مال مانگتے ہیں۔ آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے اور نہ بُرا مانا اور برابر مال دیتے رہے۔ حتیٰ کہ اژدھام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں الجھ گئے۔ فرمایا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کرتا — یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دئے۔ یہ ہے آپؐ کے شانِ جود کا ادنیٰ کرشمہ۔

حضورؐ کا تخلّق باخلاق اللہ

مگر رمضان شریف میں حضورؐ کا جود بہت بڑھ جاتا تھا، کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جود لامتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللّٰہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ اور من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان میں ایمان ویقین کے ساتھ حسبۃً للّٰہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنیوالوں اور عبادت گزار کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ اور جسطرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت

کی بارش برساتا ہے تو حضور پر نور اس ماہ مبارک میں جود و کرم زیادہ فرماتے تھے خصوصاً اس وقت جبکہ رمضان کی راتوں میں جبرئیل علیہ السلام آکر قرآن مجید کے دور فرماتے تھے اور اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دَور کی وجہ سے علمی و عملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضورؐ کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے رہیں تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کیلئے چھوڑی جاتی ہیں۔ جو زندگی کا مدار ہیں اس سے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ الغرض امت کو بھی چاہیئے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآنِ مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جود و سخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں۔ تاکہ پیغمبرؐ کے نقشِ قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں۔ وَآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عید الفطر

یہ تقریر یکم شوال ۱۳۸۹ھ کو نماز عید الفطر سے
قبل عید گاہ میں ہوئی جس میں تقریباً آٹھ ہزار افراد شریک ہوئے

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

رونے اور گڑگڑانے کا دن

محترم بزرگو! وقت کم ہے، اور ہمارے فوجی بھائی بھی بہت زیادہ تعداد میں آئے ہیں جن کی خواہش ہے کہ تقریر اردو میں ہو اور پٹھان بھائیوں کی خواہش پشتو کی ہے کوشش کروں گا کہ کچھ نہ کچھ دونوں زبانوں میں عرض کر سکوں کسی خاص موضوع پر کچھ کہنے کا تو موقع بھی نہیں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم سب کو اپنے دربار میں جبین نیاز جھکانے اور سجدہ میں سر رکھ کر اپنے گناہوں پر گڑگڑانے اور معافی مانگنے کا موقع عطا فرمایا ہے

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشند خدائے بخشندہ۔

ہدایت خدا کی توفیق پر ہے

بہت سے لوگ آج کے دن بھی اس سعادت سے محروم رہیں گے اور خدا کی توفیق ان کی شامل حال نہ ہوگی ـــ ابو لہب جن کا نام ہے شعلوں والا چہرہ ان کا دمکتا تھا، حضورؐ سے رشتہ، گھر کے قریب، مگر قسمت میں اسلام نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس پر ہلاکت کی دعا مذکور ہے۔ تبت یدا ابی لھب وتب۔ جو آج تک نمازوں اور تلاوت میں دہرائی جاتی ہے، ادھر حضرت بلال حبش کے رہنے والے مسافر ہیں، چہرہ مبارک سیاہ ہے مکہ مکرمہ میں ایک مظلوم غلام ہیں جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے گئے، گرم ریت پر لٹایا جاتا، رات بھر سونے نہ دیا جاتا، سر پر امیہ کے خادم جوتے اور کوڑے برساتے کہ نیند نہ کر سکیں

مگر اس اللہ کے بندے کے قدموں میں لغزش نہ آئی۔ اسلام کے ان جانبازوں نے ایسی جانبازی دکھائی جس کی برکت سے اسلام کی جڑیں لوگوں کے قلوب میں اور انسانی بستیوں میں قیامت تک گاڑ دیں اور آج چودہ سو برس بعد بھی ہم سب لاالہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ تو جس کے گھر سے نعمت کے خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ اسکی قسمت میں نہ تھا تو وہ محروم رہے اور بلال حبشیؓ اور صہیبؓ رومی نے دامن بھر لیا اور وہ مقام پایا کہ حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ راشد نے حضرت بلالؓ کو سردار کا لقب سے نواز اور حضرت صہیبؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھایا اور حضرت بلالؓ کو حضورِ اقدس صلعم نے فرمایا کہ اے بلال تم کونسا ایسا عمل کرتے ہو کہ آج رات میں جنت میں آپ کے قدموں کی آہٹ سن رہا تھا ـــــ تو اللہ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا کہ ہمیں نیست سے ہست کر دیا، خون کے لوتھڑے سے اشرف المخلوقات بنایا اور بہترین شکل دی، اسکی نعمتوں کو ہم شمار نہیں کر سکتے، وہ ازل سے لیکر ابد تک ہمارا محسن ہمارا پالنے والا اور تربیت فرمانے والا ہے۔

ماویٰ و ملجا اُسکی ذات ہے

اگر ہم اس کے سامنے نہ گڑگڑائیں، اپنی تمنائیں پیش نہ کریں۔ ہاتھ نہ پھیلائیں تو کس کے سامنے پھیلائیں۔ اس کا ارشاد ہے۔

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔

اے میرے بندو جو اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کر چکے ہو میری رحمت سے مایوس مت بنو میں سب گناہ بخشنے والا مہربان رب ہوں ـــــ تمہارا تو کوئی خالق اور مربی میرے سوا نہیں، میں ہی تمہیں بنانے والا رزق دینے والا اور سلطنت دینے والا ہوں۔

تو بھائیو! اگر ایسے مربی اور رب العالمین کے سامنے ہم نہ گڑگڑائیں تو کس کے سامنے روئیں۔؟ کیا ہمارا کوئی اور کارساز ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ ایک آدمی رات بھر اللہ کے سامنے روتا رہا ہاتف غیبی سے آواز آئی۔ "جا مردود تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی" دوسری رات پہلی رات سے بھی زیادہ روتا رہا اور عبادت میں مشغول رہا، کسی نے کہا تم مردود ہو گئے ہو اب اتنی عبادت سے کیا فائدہ۔؟ کہا "ٹھیک ہے مگر کیا کروں کہیں دوسرا کوئی در بھی ہے۔؟ کہ اللہ کو چھوڑ کر وہاں چلا جاؤں" تو کوئی اللہ کی خدائی سے نکل کر کہاں

جا سکتا ہے۔؟ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فا نفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ تو کیا کوئی اور خالق نعوذ باللہ تمہارا ہے کہ اللہ سے نہ مانگیں اور اس دوسرے سے مانگ لیں۔؟ اللہ کی مہربانی اور شفقت وکرم تو اس قدر ہے کہ مغفرت را بہانہ می طلبد ــــ بہانہ چاہتا ہے۔ قیمت نہیں مانگتا، ورنہ کون ہم میں سے جو قیمت ادا کر سکتا۔؟

حضورؐ کی امت دعوت میں آپ کو سب سے زیادہ پیارے اور سب سے بڑھ کر آپؐ کے خدمتگار ابو طالب تھے، لیکن حضورِ اقدس ان کی نزع کے وقت انہیں فرماتے ہیں کہ اے عمِّ بزرگوار میرے کان میں آہستہ سے کلمۂ شہادت کہہ دیتا تاکہ آپ کی شفاعت کر سکوں۔ اور اللہ کے قانون نجات کیلئے کم از کم کوئی سہارا تو مجھے مل جائے کیونکہ وہاں اعلان ہے کہ انّ اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ؛ شرک کو معاف نہیں فرماتے اس کے علاوہ ہر قسم کے گناہ اگر چاہے تو بخش دیتا ہے۔ تو میرے بھائیو! اللہ کو کیا پڑی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کریں۔ مگر کچھ تو بہانہ چاہیئے۔ آپ لوگ آج یہاں جمع ہوئے ہیں تو دس پندرہ منٹ عیدگاہ میں بیٹھ کر اس کے سامنے گڑگڑائیں، اپنے گناہوں سے توبہ کریں اگر ہم اس سے نہ مانگیں تو ہماری حاجتوں کو کون پورا کرے گا۔

نعمتِ قرآن و رمضان کی خوشی

بھائیو! میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ عید ہم اس خوشی میں منا رہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں رمضان کا مہینہ روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ اللہ نے دنیا کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے رحمۃ للعالمینؐ کے واسطے سے جو کامل مکمل کتاب قرآن مجید نازل فرمائی، وہ اسی مہینہ میں اتاری گئی۔ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اور جن لوگوں نے اسی کتاب پر ایمان کی سعادت پائی اور جن لوگوں نے کتاب اللہ کو واقعی صراطِ مستقیم جان کر اپنی زندگی کو اسی کے مطابق ڈھال لیا۔ اس کے اوامر و نواہی کی پابندی کی، اسکی ہدایات سے اپنی زندگی سنوار دی، وہ دین اور دنیا ہر لحاظ سے رشد و صلاح پا گئے، کامیاب ہو گئے۔

صحابہؓ پر قرآن کے انقلابی اثرات

اور آج خدا کی قسم ساری دنیا اور ساری قومیں ابوبکر صدیقؓ کا نمونہ نہیں پیش کر سکتیں، حضرت فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، خالد بن ولیدؓ اور

حضرت معاویہؓ جیسے قرآن سے مالا مال اور پکے عامل نہیں مل سکتے۔ ان کی کایا قرآن نے پلٹ دی۔ بھائیو! عرب کے رہنے والے ریگستان کے بدّو دنیا بھر کے مالک بننے اور دین کے لحاظ سے یہ حالت کہ زندگی میں حضورِ اقدس ؐ نے جنّت کا مژدہ سنایا۔ ابو بکرؓ فی الجنۃ، عمرؓ فی الجنۃ، عثمانؓ فی الجنۃ، علیؓ فی الجنۃ۔ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ جنتی ہیں۔ حضورؐ ایک دن مسجد تشریف لائے ایک ہاتھ میں ابو بکرؓ کا ہاتھ دوسرے میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھا، فرمایا جنّت میں ہماری ایسی ہی رفاقت اور معیت ہوگی اور اتنی اچھی حالت جب دین کی طاقت سے ہوتی تو دنیا کیوں ان کے قدموں میں نہ ہوتی، دنیاوی جاہ وجلال بھی ان کا ایسا تھا کہ قیصر و کسریٰ اپنے محلّات میں لرز جاتے۔ اس لئے جہاں دین ہوگا وہاں دنیا ضرور ہوگی کہ خادم اپنے مخدوم کے ساتھ رہتا ہے، تو اللہ نے ان کے ہاتھ میں تاج و تخت بھی دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی قرآن کے سپرد کی۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساھم انفسھم۔ اے میرے بندو! اور اے رسول اللہ کے امتیو تم ان لوگوں جیسا مت بنو جنہوں نے اللہ کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیا، اُسے بھول گئے تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے بھی بھلا دیا وہ اپنی حقیقت اور ذات کو بھی بھول گئے، انہیں باپ، بیوی، دکان، زمین، ملازمت تو سب کچھ یاد ہے، مگر اللہ کو بھولے ہوئے ہیں، قرآن کو اپنے خالق اور مربّی کو اپنے محسن کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسے مت بننا کہ کافر قوموں ہندو سکھ یہود اور عیسائیوں کی تقلید میں اپنے آپ سے غافل ہو جاؤ ورنہ اپنی حقیقت بالکل بھول جاؤ گے اور جب آدمی کی عقل ماری جائے تو نفع نقصان کی چیزوں کو بھی نہیں سمجھتا۔

اخلاقی و معاشرتی خرابیاں

محترم بزرگو! حضورؐ نے ہماری رہنمائی فرمائی، ہمیں دین، عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق سکھلائے، ان کا طریقہ سکھلایا، اور آج الحمد للہ کہ عبادات کے سلسلہ میں تو مسلمان کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ مگر معاملات معاشرت اور اخلاق کے معاملہ میں ہم اسلام سے بہت دور ہو گئے اور یہ بہت بڑی بربادی اور تباہی کی علامت ہے، اور یہی ہماری پسماندگی کی وجہ ہے کہ ہم معاملات اور معاشرت میں اوروں کی طرف دیکھتے ہیں۔ حضورؐ کی طرف ہماری نگاہیں نہیں اٹھتیں۔ یاد رکھئے ہمارے دین کا تعلق صرف عبادات سے نہیں، وہ معاملات

معاشیات، اخلاق، معاشرت سب پر حاوی ہے۔ اگر ہم نے اپنی زندگی میں دین اور دنیا کو تقسیم کرادیا۔ تو ہم مسلمان نہیں رہ سکیں گے۔ اور پھر ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو کھڑا کردے گا۔ جو تم سے بہتر اور پوری مومن اور مسلم ہوگی اگر اسلام اور اس کے دئے ہوئے نظام کو قائم اور بلند رکھنے میں ہم سے ذرا بھی غفلت ہوگئی اور ہم نے پیٹھ پھیر دی تو کسی فاسق سے بھی اللہ اپنے دین کا کام لے لیگا، مگر ہم محروم رہ جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اپنی زندگی اسلام کے سپرد کی تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہوجائے گی،

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

دین کی مدد کے صلہ میں بر و بحر پر حکومت

حضرت عمرؓ کی زندگی آپ دیکھیں، اللہ نے ان کو کیسی فتوحات عطا فرمائیں

کہاں وہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہاں مصر، کہ دریائے نیل کے نام ایک خط لکھتے ہیں کہ اے نیل اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہتا رہ۔ اور اگر اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ رقعہ خشک دریا میں ڈال دیا گیا، اور اس وقت جو چلا تو آج تک نہیں رکا۔ ہم دعائیں کرتے ہیں تو آیا ہوا بادل چلا جاتا ہے۔ علاء حضرمی سخت دھوپ اور بے آب و گیاہ جنگل میں پھنس گئے، فوج بھی ساتھ ہے جتنے اونٹ اور گھوڑے ہیں سب پیاس کے مارے بھاگ، فوجی بھی پیاس سے مر رہے ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا ہم مسلمان نہیں۔ ہیں اور کیا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نہیں نکلے۔؟ سب نے نماز پڑھی اور دعا کی کہ اے اللہ ہمیں پانی دینا۔ اسی وقت زمین سے چشمہ ابلتا ہے، ٹھنڈا پانی نکلا اور سب سبحان اللہ پکار اٹھے، یہ ہے وہ نصرت جس کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے آج ہم سب کشمیر اور فلسطین جیسی ریاستوں میں مقابلہ نہیں کر سکتے مگر علاء حضرمی ہمارا ایک فوجی جرنل ہے، سمندر کے کنارے پہنچے، فوج بھی ساتھ ہے جو کشتیوں کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے دیکھ کر کہا کیوں انتظار کرتے ہو، بحیرہ قلزم کا کنارہ ہے، سمندر میں کود پڑے، ہاتھ اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے تو نے بحیرہ قلزم میں بارہ سڑکیں پیدا کیں، آج حضورؐ کے صحابہؓ کے لئے بھی راستہ پیدا فرما۔ چنانچہ سب ساتھیوں سمیت سمندر کو اطمینان سے عبور کیا، تو آج اگر ہم مسلمان بن جائیں تو اللہ کی رحمتیں یقیناً ہمارے ساتھ ہوں گی۔

ہمارا یہ ملک اللہ کے فضل سے آزاد ہوا، اس وقت خدا کی رحمتیں ہمارے اوپر تھیں کہ خدا نے بے سروسامانی میں ہمیں محفوظ رکھا، ۱۹۶۵ء میں ان نہتے مسلمانوں اور مخلص مجاہدین کی قربانیوں سے اللہ نے ہماری حفاظت کی اسی ملک کو ہم نے جس مقصد کیلئے حاصل کیا تھا وہ ہمارا نظریہ تھا کہ ہم خالص اسلامی حکومت بنانا چاہتے ہیں ہمارے ہاں ایسا معاشرہ ہوگا کہ زنا، چوری، سود، جوا نہ ہوگا۔ ہمارے ہاں کوئی بھوکا اور ننگا نہ ہوگا۔ ہمارے سامنے حضرت عمرؓ کی مثالیں تھیں جو رات بھر گھومتے کہ کسی کو تکلیف تو نہیں کہیں معلوم ہوا کہ ایک بچہ رات کو رو رہا ہے، معلوم ہوا کہ ابھی اسکو حکومت سے وظیفہ مقرر نہیں ہوا۔ چونکہ دودھ سے چھوٹنے پر وظیفہ مقرر ہوتا تھا۔ اس لئے ماں نے قبل از وقت دودھ چھڑا دیا کہ وظیفہ مقرر ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کو بڑا افسوس ہوا اور حکم دیا کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اُسے وظیفہ دیا جائے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو عراق کے دور دراز علاقہ میں کوئی بیوہ اور مسکین بھوکا نہیں رہے گا، حضرت عمرؓ فرماتے کہ اگر عراق میں فرات کے کنارے بھی اگر کوئی کتا بھوک کی وجہ سے مرگیا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے احتساب کرے گا۔ تو اگر امیر المومنین کو محاسبہ کا اتنا فکر ہو تو ساری رعایا پر اس کا اثر کیوں نہ پڑتا، یہاں تو یہ حالت ہے کہ پچھلے دنوں کو مختلف محکموں کے ۳۰۳ اونچے افسروں کو بدعنوانی کی سزا میں معطل کیا گیا، جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں بڑے بڑے ستارے اور بڑے تمغوں والے بھی ہیں، جو ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے۔ تو بقول شاعر جب امیر انڈے کی چوری میں عار نہ سمجھے تو رعایا اور ماتحت افسر مرغ کباب سیخ پر کیوں نہ چڑھائیں گے، اس سارے عرصہ میں جو بھی آیا خود کمایا اور سارا خود کھانے کی فکر کرنے لگا۔ مگر اللہ کا حکم ہے کہ خود کماؤ اور اوروں کو کھلاؤ۔

—— اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدِّین یُسر۔

نعماء خداوندی

محترم بزرگو! ہم سب اللہ جل جلالہٗ کی مخلوق ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ خداوند کریم کی دی ہوئی ہے:۔
وما بکُم من نعمۃٍ فمِن اللہ۔ جو نعمت بھی ہے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، زبان، حیات، زندگی اور وجود، مال، دولت، اولاد، زمین، مکان، سلطنت، غریبی اور امیری سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔ اوپر سے ہمیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے اللہ نے ڈھانپ دیا:۔
واسبغ علیکم نعمہٗ ظاھرۃً و باطنۃً۔

تفویض تام

اور ہم جب لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو گویا یہ ایک معاہدہ ہے خداوند کریم سے کہ اے اللہ میری زندگی کا ہر کام، ہر شعبہ، ہر عمل تیرے قانون اور منشاء کے مطابق ہوگا اور وہ قانون اللہ کا دین اسلام ہے جو سیدنا، شفیعنا و حبیبنا سید المرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہمیں ملا اب ہمیں اس دین کا پابند رہنا ہوگا۔

انّ صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔

میری زندگی اور موت میری عبادت اور قربانی خالص اللہ کی رضا کیلئے ہوگی وہ اللہ جو سارے عالم کا پالنے والا ہے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

انّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔

مسلمانوں کی جان اور مال اللہ نے خرید لیا ہے جنت کے بدلہ میں مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو جان مال عزت و آبرو اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے اس لئے کہ یہ سب کچھ اللہ پر فروخت کر دیا ہے اور اس کے بدلہ اللہ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

ہماری ملکیت مجازی ملکیت ہے

الغرض ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہے اپنا اور خود ساختہ نہیں، نہ کسی اور نے دیئے ہیں بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے — تو ہماری حیثیت اُس غلام کی ہے جسے خزانچی بنا دیا جائے۔ اور خزانچی اسکو کہتے ہیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا صرف نگران ہے۔ وہ اس میں جو بھی تصرف کرے آقا کی اجازت اور اشارہ کے مطابق کرے گا۔ اپنی طرف سے کچھ بھی اختیار نہیں اور ایک خزانچی اسے اپنی عیش و عشرت میں لگا دے، ملازم ہے اور ملازمت کا وقت اپنے کاموں میں لگائے تو سب اُسے خزانچی نہیں بلکہ خائن اور غاصب کہتے ہیں۔ نہ ایسا ملازم تنخواہ کا حقدار سمجھا جاتا ہے۔ تو دنیا میں مجازی مالک خواہ عوام میں سے ہو یا خواص حکومت ہوں یا رعایا اگر انہیں کوئی چیز بطور امانت دیدیں تو وہ تصرف کا مجاز نہیں ہوتا اپنے طرف سے ذرہ بھر بھی تصرف نہیں کر سکتا۔ جبکہ مجازی مالکوں کا اللہ جیسے مالک حقیقی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہر نعمت کا موجد اس کا بنانے اور پالنے والا اللہ ہی ہے۔ مجازی مالک ایسا کب کر سکتا ہے۔

مالک حقیقی سب کچھ واپس لے سکتا ہے

وہ مالک حقیقی سب کچھ ہمیں دے دیتا ہے۔ البتہ سال بعد شخصی اموال میں زکواۃ کا حکم دیتا ہے۔ پھر دین کی آسانی کو دیکھئے کہ جب وہ حکومت نظم و نسق چلائے تو لوگوں سے ٹیکس لیتی رہے اور ٹیکسوں کا حال آپ کو معلوم ہے جس پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ خواہ اسکی حالت جیسی بھی رہی ہو۔ تنگی ہو یا سہولت، نفع کمایا یا نقصان، وہ قرض لیکر دے گا مگر ٹیکس معاف نہیں ہوگا۔ ٹیکس مالیہ وغیرہ ہر حال میں حکومت وصول کرتی ہے، خواہ دینے والے کی صلاحیت اور طاقت ہو یا نہیں۔

زکواۃ اور عشر

مگر اللہ کی شانِ کریمانہ دیکھئے کہ تجھے مال کا امین بنایا کہ جائز طریقوں سے اسے خرچ کرو۔ اہل و عیال خویش اقارب دوست احباب پر لگایا کرو، البتہ اسے ظلم اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ، اسراف

اور تبذیر نہ کرو۔ اس پر فحاشی نہ کرو اور اگر سال بھر یہ مال آپ کے پاس ذاتی ضروریات پر خرچ ہوتا رہا اور سال بعد جب دیکھا تو پھر بھی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر روپیہ یا اتنا ہی سامانِ تجارت موجود ہے اور تم قرضدار نہیں ہو تو حکم دیا کہ اس میں زکواۃ دو وہ بھی سو میں پچاس فیصد نہیں، پچیس فیصد نہیں جبکہ دنیا میں بعض اوقات اس سے بھی زائد ٹیکس میں سے لیا جاتا ہے۔ بلکہ صرف ڈھائی فیصد ادائیگی کا حکم دیا گویا بلا اللہ کیطرف سے زکواۃ کا حکم ملا۔ زمین کی اُس پیداوار کا یہی حال ہے، جو زمین کی قیمت بڑھانے کیلئے ہو، گھاس پھوس نہ ہو بلکہ وہ زمین کی نمو اور ترقی کے لئے ہو تو اگر بارش سے ہُوا ہو تو دسواں (عشر) دیدو کہ آبیانہ اور آب پاشی کا بوجھ بھی نہیں اٹھایا۔ اللہ نے بارش برسائی، اُسے اُگایا بغیر کسی زیادہ محنت کے کاشتکار کو پیداوار ملی۔ اور اگر مشین کنواں، رہٹ وغیرہ سے آبپاشی کی ہو تو بیسواں حصہ (نصف العشر) ادا کرنا ہوگا۔ الغرض اس میں بھی مصلحت رکھی کہ یہ اموال کا وجوب تجدید عہد کی ایک صورت ہے کہ اپنے آپ کو مال و دولت میں اللہ کا نائب اور خزانچی سمجھے کہ اصل مالک اللہ ہے اور کسی مالک کے حکم کے بغیر کوئی تصرف کرنا چوری اور ڈاکہ ہے۔

تسلیم و رضا کا ثبوت

لیکن جب اپنے کو غلام سمجھتے ہو تو رب العزت کو اس عہد کی تجدید اور تسلیم وانقیاد کا ثبوت زکوٰۃ و عشر کی شکل میں دینا پڑے گا تاکہ پتہ چلے کہ یہ غاصب ہے یا خزانچی۔ اب کوئی زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہو اور نہ ادا کرے تو گویا اس کا عقیدہ اللہ کی ربوبیت اور خالقیت کا بدل گیا ہے۔ اور اپنے آپ کو خود مختار اور مالک حقیقی سمجھنے لگا ہے۔ باغی ہے خزانچی نہیں۔ اور جو خزانچی باغی ہو جائے تو مالک اُس سے مال و دولت چھین کر کسی وفادار اور دیانتدار خادم کو دیدیتا ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمانبردار غلاموں کو حکم دیا کہ ظالم باغی اور سرکش بندوں کے مال و دولت پر تمہیں اختیار دے دیا گیا انہیں جہاد میں قتل کر سکتے ہو ان کے اموال چھین سکتے ہو اسے جہاد اور غنیمت سے تعبیر کرتے ہیں۔

نماز اور زکوٰۃ کا باہمی تعلق

قرآن مجید میں عموماً اقیموا الصلواۃ کے ساتھ اللہ نے وآتوا الزکواۃ کا حکم بھی دیا ہے۔ پہلا جملہ نماز کی ادائیگی کرنا بندہ کے وفادار غلام ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ نماز میں جو عجز و بندگی ہے۔ اتنی کسی اور عمل

پابند دست بنا نہیں۔ تو فرمایا کہ اے غلام اسے تجھے خزانچی بھی بنادیا، مال و دولت بھی دیدی۔ اب تجھے اموال کا مالک بناتا ہوں اس میں بھی اپنی غلامی اور بندگی کا ثبوت زکوٰۃ کی شکل میں دیتے رہو اور یہی نکتہ ہے نماز اور زکوٰۃ کے اتصال کا کہ عبادات کی ادائیگی سے مال و دولت کی فراخی بھی آئے گی اور حکومت و سلطنت بھی مل جائے گی اس لئے قرآن میں جگہ بجگہ ایمان اور عمل صالح پر خلافت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے اور تمکین فی الارض حکومت و سلطنت کا مقصد اقامت صلوٰۃ ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر بتلایا گیا ہے

بدنی عبادات ملکیت جسمانی کا اعتراف

نماز کی فرضیت سے جسم اور جان پر اللہ کی ملکیت تسلیم کرنے کا اعتراف ہوگا اور نماز پانچ وقت فرض کی گئی۔ مگر اسمیں بھی اتنی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ دنیاوی کسی نوکری یا ملازمت میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ جو حالت بھی ہو ملازم ڈیوٹی پر جائے گا مگر دین میں تنگی نہیں۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ طوفان ہو بارش ہو تو گھر میں نماز پڑھو، بیمار ہے صاحب عذر ہے تو بیٹھ کر پڑھے یہ بھی نہ ہوسکے تو چارپائی پر لیٹ کر اشارہ سے پڑھے، اندھا ہے لنگڑا ہے تو گھر میں پڑھے، پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمم کرلے۔ سفر میں ہے تو صلوٰۃ قصر یعنی (۴) رکعت فرض کی بجائے دُو رکعت پڑھے کیا دنیا کے کسی اور قانون میں اتنی گنجائش ہے۔؟ کہ عدالت میں حاضر ہونے کی بجائے گھر میں بیٹھ کر حاضری لگادے ___ الغرض ہر عبادت بدنی میں اسکی ملکیت جسمانی کا اعتراف ہے وہ جسم جو اللہ پر فروخت کردیا گیا ہے ہمارا ہے کیا؟ سب خداداد ہے۔

دین میں تیسیر و سہولت

اسی طرح سہولت نماز زکوٰۃ کے علاوہ دیگر عبادات میں بھی ہے۔ حج بھی استطاعت پر موقوف ہے۔ زکوٰۃ میں حولانِ حول اور نصاب کی شکل میں سہولت ہے اس کے علاوہ ہمارے دین میں جو اور سہولتیں ہیں اس کا بھی حد و حساب نہیں۔

بعض ادیان میں گناہوں کی سزا قتل نفس تھی، گھر پر لکھ دیا جاتا کہ یہ مجرم ہے فلاں جرم کیا ہے، کپڑا پلید ہوجاتا، تو اسے کاٹ دیا جاتا یا جلا دیا جاتا، تیمم کی گنجائش نہ تھی، نماز صرف مسجد میں ادا ہوسکتی تھی۔ اسلام کہتا ہے کہ جتنا بھی بڑا گناہ نہ کیا ہو، اس پر اظہار ندامت کردو، روؤ، استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کردے گا۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ۔ پھر گناہ ہوگیا تو پھر آجاؤ۔ توبہ کرو۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ ——— ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

ہاں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ جب تک کہ ادا نہ کئے جائیں۔ حقوق العباد میں اللہ تعالیٰ کی حق تلفی بھی ہو جاتی ہے۔ اس گناہ کا ازالہ رونے دھونے سے ہو جائے گا مگر بندہ کا حق ادائیگی سے ہی معاف ہوگا۔ گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کے حقوق کی پاسداری کیلئے لازم کرایا کہ اوروں کو نقصان نہ ہو۔

الغرض پورا دین اتنا آسان اور پھر اتنا نفع بخش کہ دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جائے دنیا و آخرت کا اس میں نفع ہو جسطرح اللہ نے اس دین کے صدقے صحابہ کرام رضؓ کو دنیا و آخرت کا چاند اور سورج بنا دیا۔ ایک بے آسرا اور بغیر آلات و وسائل قوم کے ذریعہ دنیا میں حکومت عادلہ قائم کر دی۔ ہر ایک جنّت کا پھول اور باغ بن گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رضائے الٰہی کی نعمت پر فائز ہوئے۔ اور اگر عبادات اور احکام میں بعض مرتبہ کچھ تنگی اٹھانی بھی پڑھ جائے تو آخرت کی کامیابی کے بدلے اسکی کیا حیثیت ہے کاشتکار اور دکاندار ذرا سے نفع کیلئے سال بھر مشقت کرتا ہے تو یہ تنگی کہاں اس کے بدلے میں عرش کے سایہ میں بیٹھنا نصیب ہوگا جبکہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۵۰ ہزار سال کا دن ۲ رکعت نفل ادا کرنے کیوقت کے برابر ہو جائے گا۔ پھر اگر عبادات میں کچھ پابندی بھی ہو تو کیا۔ دنیا کے سارے کاموں میں پابندی نہیں؛ کھانے پینے، لباس پہننے، قضائے حاجت کرنے میں پابندی نہیں؛ گھر بار اہل وعیال کی ذمہ داریاں اٹھانے میں پابندی نہیں؛ ملازمت، تجارت میں پابندی نہیں؛ اگر یہ سب کچھ نفع کی خاطر کرنا پڑتا ہے تو دین کو بھی نہایت خوشی سے اپنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آسان دین پر عامل بنا دے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حج کی اہمیّت اور فضیلت

جذبۂ عشق و عبادات کی تسکین

(خطبۂ جمعۃ المبارک ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) قال اللہ تعالیٰ و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تابعوا بین الحج والعمرۃ فانھما ینفیان الفقر والذنوب۔

قال النبی علیہ السلام من ملک زاداً وراحلۃً (الحدیث)

حج مخصوص عبادات

محترم بزرگو! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اوّل — کلمۂ شہادت ہے پھر نماز، پھر روزہ پھر زکواۃ ہے، پھر حج۔ حج اللہ کے بیت کی زیارت کا قصد کرنا ہے۔ اوقات مخصوصہ میں۔ افعالِ خاصہ کے ساتھ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ اشہر حج کہلاتے ہیں۔ احرام باندھنے کے لئے ان تین ماہ سے تقدیم مناسب نہیں۔ ان ایام میں بمقصد حج احرام باندھ کر بیت اللہ جانا۔ طواف زیارت کرنا، سعی کرنا، عرفات جانا، مزدلفہ اور منیٰ میں ٹھہرنا، رمی کرنا اور کئی دیگر مناسک کی ادائیگی جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ حج سے عبارت ہیں۔

عرفات کیلئے نویں ذی الحجہ کی بطور افضلیت طواف زیارت کیلئے دسویں دن مخصوص ہے۔ تو حج کے اوقات بھی مخصوص ہیں اور امکنہ یعنی مقامات بھی مخصوص ہیں۔ اور ادائیگی کی کیفیت اور حاجی کی حالت اور شان بھی مخصوص ہے۔

عبادت کیلئے عبادت گاہ

اس وقت تفصیل کا وقت نہیں، اتنا سمجھنا چاہیئے کہ جن وانس کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔ اور عبادت کیلئے عبادت گاہ پہلے سے چاہیئے۔ جیسا کہ ہم تجارت کا ارادہ کریں تو اس کیلئے منڈی و دکان اور بازار دیکھتے ہیں تب تجارت ہوتی ہے، مدرسہ ہے سبق پڑھنے کے لئے تو اس کیلئے جگہ سامان کتابیں اور مکان ضروری ہے، عمارت ہوگی تو طالب العلم کو اس میں سبق پڑھایا جائے گا۔ تو اللہ نے جن وانس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لئے عبادت گاہ بنائی

ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدیً للعلمین ـــــ

اس کی نظر رحمت اور توجہ، تخلیقِ ارضی سے پہلے اس مبارک اور مقدس خطہ پر ہوئی۔ اور اس مقام پر خداوند قدوس کی تجلّیات کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا، اور جس طرح کہ آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی ساری مملکت اسکی مِلک ہوتی ہے مگر ایک اس کا خاص قیام اور محل ہوتا ہے جسے خاص شان اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم مکان سے منزّہ ہے وہ تو امکنہ کا خالق ہے، مکین نہیں نہ اُسے کسی مکان وزمان کی حاجت ہے۔ مگر اس کی تجلّیات کا۔ نزول اس مکان پر لگاتار ہوتا رہتا ہے۔ جسے ہم کعبہ مکرمہ کہتے ہیں اور یہی شرف باعث ہے جس کی وجہ سے مسلمان جہاں بھی ہو سفر میں یا حضر میں نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہوگا۔ تب نماز صحیح ہوگی یا قبلہ کی تحرّی کرے گا تب قبول ہوگی۔

مرکز تجلیات اور اسکی نظیر

الغرض خانہ کعبہ محل نزول تجلّیات باری تعالیٰ ہے اور مرکز جمال ہے اور مخلوقات میں اس تجلّی کی نظیر ایسی ہے کہ آئینہ سورج کے سامنے کر دو تو سورج جو کئی کروڑ میل دور اور آئینہ سے کئی کروڑ گنا۔ بڑا ہے مگر آئینہ میں بوجہ شفاف ہونے کے سورج کی شعاع اور عکس آجاتا ہے۔ اس تجلّی شمس کی وجہ سے آئینہ پر اثراتِ سورج مرتب ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً سورج گرہن ہو تو بعض لوگ آئینہ سورج کے سامنے رکھ کر اس کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں، اس سے بھی کئی لوگ اندھے ہوئے ہیں، جبکہ اس وقت اسکی شعاع اور روشنی مضمحل ہوتی ہے اور آتشی شیشہ میں تو سورج کی حرارت اور گرمی بھی جو خاصۂ شمس ہے آجاتی ہے۔ تو گو سورج کا قرص اور جسم بھی اپنی جگہ پر ہے اور نہ اسکی شعاع اور حرارت کو آئینہ نے احاطہ کر لیا ہے بلکہ وہ بھی اپنی جگہ پر ہے مگر اس کا انعکاس

ہوگیا تو شیشہ روشنی کا مرکز بن گیا۔ تو مظہرِ تجلّی ہونے کی بھی ایسی ہی صورت ہوتی ہے ہمارے حضرۃ مولانا محمد قاسمؒ نے ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ درحقیقت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ تجلّی ہیں اور خانہ کعبہ عکسِ مظہرِ تجلّی ہے ـــ

بیت اللہ کی فضیلت

بہرحال اللہ نے تخلیق آدم و جن اور تخلیق ارض سے پہلے بیت اللہ کے خطّے کو پیدا فرمایا اور اِنّ الارض دُحِیَت مِن تحتِہا۔ اس کے نیچے سے ساری دنیا پھیلائی گئی اور جس طرح تمام حیوانی اور بسمانی عناصر کی اصل زمین ہے۔ اسی طرح ساری زمین کا مرکزی نقطہ ہی خانہ کعبہ بنا دیا گیا، پھر اسے تمام فیوض و برکات کا محور قرار دیا گیا اور اللہ نے اسے سارے انسانوں کے قیام کا ذریعہ کہا۔

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس۔ (الآیہ)

پھر امن و امان اور ساری خیر و برکت کا سرچشمہ بھی اسے بنا دیا۔

اذ جعلنا البیت مثابۃً للناس و اَمْنًا۔

اور جب ہم نے بنایا بیت اللہ کو خیر و برکت اور امن کی جگہ جس کی طرف انسان بار بار لوٹتے رہتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ خیمہ کی شکل میں ایک موتی کو اتار کر یہاں رکھا گیا اور فرشتے نامعلوم مدت سے اس کا طواف کرتے رہے، پھر جنات آئے پھر انسان کا دور آیا سب وہاں اللہ کی عبادت کرتے رہے۔ پھر اسکی تعمیر طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء نے اپنی ہاتھوں سے فرمائی۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل ربّنا تقبّل منا انک انت السمیع العلیم۔

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۳۵ برس کی عمر میں خود اسکی تعمیر میں حصّہ لیا پتھر ڈھوئے حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ مبارک سے اس مقام پر رکھا جہاں اب موجود ہے۔ اور طواف، حج وغیرہ کے موقع پر اسے بار بار چوما اور استلام فرمایا۔ خانہ کعبہ کے دافِ زائے ملتزم کے ساتھ چمٹ گئے اور روئے، گڑگڑائے، آخر دم تک خانہ کعبہ کی طرف نمازوں میں رخ فرمایا۔ خداوند کریم نے بیت اللہ کو جسے انبیاء نے اپنے سجدوں سے آباد رکھا "اپنے گھر" کا خطاب دیکر اسکی نسبت اپنی طرف فرمادی اور اسطرح اسکی عظمت اور احترام پر دائمی مہر لگادی ـــ

حج سراسر عشق و محبت کا مظہر

بھائیو! مسلمان تو عاشق خدا ہے ۔ والذین آمنوا اشدُّ حبًّ اللّٰہ ۔ کی بناء پر سب سے زیادہ عشق رکھے گا ۔ اور عاشق اپنی ساری کمائی جان و مال محبوب حقیقی پر بیچ دیتا ہے ، سب کچھ اس کی راہ میں لٹاتا ہے ، نہ چین نہ راحت کی فکر نہ گھربار کی ، اُسے ہر وقت محبوب کی تلاش رہتی ہے کو بہ کو اور صحرا بہ صحرا حیران و سرگردان پھرتا رہتا ہے کہ کسی طرح محبوب سے ملاقات ہو جائے ، دنیا کے عشاق کو دیکھئے کہ کھانا پینا ۔ فیشن ، صفائی ، آرام ، لباس اور تعیش سب کچھ چھوڑ کر دیوانے نکل جاتے ہیں ۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ سے جو کہ محبوب حقیقی ہے معشوق حقیقی ہے عشق رکھیں انہیں صبر کیسے ہو سکتا ہے وہ ضرور حج اور عمرے کی شکل میں اس کے گھر کی زیارت کریں گے ۔ محبوب سے ملاقات نہ ہو تو اسکی جلوہ گاہ سے تسکین ہو جاتی ہے ، دیوانہ وار طواف کرتے ہیں کہ کسی گوشہ میں تو محبوب کی جھلک نظر آ جائے ، بے چینی بڑھ جائے تو شہر "مکہ" چھوڑ کر "منیٰ" ، مزدلفہ اور عرفات کی خاک چھانتے ہیں ، اور مارے مارے پھرتے ہیں کہ شاید یہاں جلوۂ یار نظر آ جائے ۔ یہاں تک کہ عشق کے سوز و گداز میں اپنے آپ کو قربانی کیلئے منیٰ کے میدان میں پیش کر دیتا ہے ۔ مگر مالک حقیقی کا حکم ہوا کہ تم اپنے آپ کو قربان گاہ پر قربانی کیلئے پیش نہ کرو ، بلکہ حیوان کی قربانی تمہاری قربانی کے بدلہ میں ہمیں منظور ہے ۔ حضور ؐ کا ارشاد ہے :۔

تابعوا بین الحج والعمرۃ فانہما ینفیان الفقر والذنوب ۔

بشارۃ ہے کہ حج کی وجہ سے فقر اور گناہ دور ہو جاتے ہیں ۔

محبوب کی تلاش

اوّلاً تو عاشق کو محبوب کی تلاش میں مادی نقصان اور مال کی پرواہ نہیں ہوتی ، لیکن اگر کسی کو فکر ہو کہ سارا مال خرچ ہو جائے گا تو فقیر بن جاؤں گا تو حضور ؐ نے ایسے لوگوں کو خوشخبری دی کہ بظاہر تو عمر بھر کی کمائی حج میں لگ گئی ۔

آداب اور برکات

مگر در حقیقت حج کی خاصیّت یہ ہے کہ یہ تو پرانی غربت اور فقر کو بھی کاٹ دیتی ہے ۔ اور یہ تو تجربہ شدہ چیز ہے ۔ کہ گو ہر جگہ مال خرچ کرنے سے فقر آتا ہے مگر حج کے بعد رزق کی فراخی بڑھ جاتی ہے ۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ حج گناہوں کو بھی ختم کر دیتا ہے ، حضور ؐ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور ہر قسم

کے رفث، فسوق و فجور، اور اس کے دواعی اور فحش باتوں سے بھی بچتا رہا، نماز باجماعت قضا نہ کی، ہاتھ پاؤں نظر قابو میں رکھے اور خاص طور سے باہمی جنگ و جدال اور گالی گلوچ سے بھی بچتا رہے اور خصوصیت سے جنگ و جدال سے بچے ولا جدال فی الحج کہہ کر اس لئے منع کیا گیا کہ سفر کی صعوبت اور ساتھیوں کا ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کی نوبت بہت آتی ہے۔ یہ ہمارے طلبہ اور حجاج حضرات کے جھگڑے ایک جیسے ہوتے ہیں کہ معمولی سی ناگوار بات پر آمادۂ جنگ ہو جاتے ہیں ورنہ وہاں تو زر، زن، زمین جو جنگ کی بنیاد ہوتے ہیں، کا جھگڑا نہیں ہوتا بلکہ کام کاج میں ساتھیوں کا جھگڑا ہو جاتا ہے، تو اللہ نے روک دیا کہ لڑائی جھگڑا بالکل نہ کرو نہ کسی کو اذیت پہنچاؤ۔ اگر کوئی بات ایسی پیدا ہو جائے تو صبر سے کام لو اور وہاں قدم قدم پر اللہ ایسے مواقع سے آزمائش کراتا ہے، ہم جب جدّہ اترے تو شام کا وقت تھا تو پہلے تو جگہ نئی اور نا معلوم پھر کسی سے بھی دریافت کرتے تو وہ درشتی اور سخت کلامی سے پیش آتا تو گویا ہر مرحلہ پر ضبط کا دامن تھامنا ہوگا، ایسے وقت میں عاشق کا کام یہ ہے کہ تکالیف اور برے بھلے کی پرواہ نہ کرے پھر باشندگانِ حرمین سے تو اس لئے بھی شکوہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت آدم سے لیکر اب تک لاکھوں اور ہزاروں حاجیوں سے ہر وقت انہیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کیلئے حاجیوں کا آنا کوئی نئی بات نہیں۔

بہر حال جب ہم مجازی عشق میں بُرے بھلے کی پرواہ نہیں کرتے تو عشق حقیقی میں کیا مجال کہ اُف تک کیا جائے۔ اسے تو جتنی تکلیف پہنچے اتنی ہی خوشی محسوس کرے گا، اللہ کی راہ میں حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے گا، سختی اور درشتی سے کسی کو جواب نہ دے گا۔

حرمین کے باشندوں کی حرمت

حرمین الشریفین کے مجاورین اور پڑوسیوں سے ہر حالت میں اعزاز و اکرام سے پیش آنا چاہیئے، اور کسی بات میں نکتہ چینی نہ کی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے کہ نواب چھتاری ایک دفعہ مدینہ طیبہؐ گئے، زبان سے ایک دفعہ ناگواری سے نکلا کہ مدینہ طیبہ کا دہی تو ترش ہے، رات خواب میں حضور اقدسؐ کی زیارت ہوئی اور ڈانٹا کہ مدینہ کا دہی ترش ہے تو جاؤ مدینہ سے نکل جاؤ، بیدار ہوئے تو پریشان تھے اور کہا کہ غرق ہوا، اب اس کا کیا علاج ہوگا؟ کسی بزرگ سے ذکر کیا کہا کہ حضرت شید

الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر روؤ اور اللہ سے معافی مانگ لو، گیا، رویا، استغفار کیا، رات خواب میں حضرت حمزہؓ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ عقلمندی یہ ہے کہ ابھی نکل جاؤ، ورنہ ایمان خطرہ میں ہے۔ گویا حکم ہوا کہ یہاں نوابی اور امیری کا ٹھاٹھ نہیں چلے گا۔ اگر حکم کی تعمیل میں پس وپیش کیا تو ایمان سلب ہو جائے گا —— تو یہ منزل عشق ہے۔ اس کا احترام اور ادب قائم رکھنا بہت ضروری امر ہے۔ یاد رہے کہ وہاں اکڑ اور بے ادبی سے کام نہیں چل سکتا۔

حج مبرور کی نشانی

الغرض حضورؐ نے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھنے والے کو بشارت دی کہ حج مبرور کی جزا جنّت ہی ہوگی، کوئی دوسری چیز نہیں۔ مقبول کی علامت یہ ہے کہ حج میں کوئی خلافِ شرع بات نہ کرے اور حج کے بعد اسکی زندگی کے اعمال حج سے قبل کی زندگی سے بہتر ہو جائیں۔ حج سے قبل جو معاصی اور اعمال سیئہ ہوتے تھے اب حج کے بعد اعمال صالح کرتا رہے اور اعمال سیئہ کو ترک کرے تو حج مقبول و مبرور ہے۔ اور اگر پہلے سے زیادہ دنیا کو رغبت اور انہماک ہے نیکی کی طرف جذبہ کم ہے اور بدی سے اجتناب نہیں تو سمجھئے کہ حج مقبول اسے نصیب نہیں ہوا، اور ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ حج مقبول پانے والا حاجی جب گھر لوٹتا ہے تو معاصی اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ بچّہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ رجع کیوم ولدتہ امہٗ۔ بچّہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے اسطرح حج مقبول تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حج مقبول کیلئے عالم باعمل کی رہنمائی اور رفاقت بہت بہتر ہے تاکہ مسائل بھی معلوم ہو سکیں اور نہ جماعت فوت ہو نہ مناسک میں نقصان آئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بیت اللہ شریف دلہن کی پالکی کی طرح سجا سجایا ہوگا، اور جن لوگوں نے حج کیا ہو، اس کا طواف کیا ہو، حجر اسود کو چوما ہو وہ اس کے دامن کو پکڑ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ یہ حصّہ جنت میں چلا جائے تو جتنے حجاج بھی اس کے ساتھ چمٹے ہوں گے، وہ بھی ساتھ چلے جائیں گے۔

حج کی اہمیت

حضورؐ نے اس شخص کے بارہ میں جس پر حج فرض ہوا، اور اس نے ادائیگی میں کوتاہی کی، فرمایا کہ مجھے اس کے بارہ میں کوئی پرواہ نہیں کہ یہودی مر جائے یا نصرانی مر جائے۔ جس آیت میں فرضیت حج کا ذکر ہے اسمیں بھی اس فریضہ کی عدم ادائیگی پر "ومن کفر" کا لفظ مرتب کیا ہے کہ جس نے حج نہ کیا گویا اس نے

کفر اختیار کیا۔ عنوان اور تعبیر بہت سخت ہے جیسے کافر حج نہیں کرتے اس شخص نے بھی ان کی طرح کیا پھر اس سے زیادہ سخت اور جانکاہ اعلان ہے۔ فان اللّٰہ غنیٌّ عن العالمین۔ کہ بے شک ایسے لوگوں سے اللہ بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اور جنہیں عشق و محبت ہو ان لوگوں کو اس سزا کی تلخی اور شدت کا احساس ہو سکتا ہے۔ عاشق کیلئے محبوب کی بے نیازی ایسی سزا ہے جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور تکلیف نہیں ہو سکتی، اسلئے حاجی امداد اللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک آخرت کی بدترین سزا اور عذاب وہ ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم ـــــ پس نہ تو اللہ ایسے لوگوں سے بات کریگا اور نہ شفقت سے نوازے گا ـــــ

کلا انھم عن ربھم ـــــ یہ لوگ قیامت کیدن خدا کے دیدار سے محروم و محجوب یومئذٍ لمحجوبون۔ رہیں گے۔ یہ لوگ اللہ کو نہ دیکھ سکیں گے۔

تو یہ تکلیف و مصیبت جہنم میں داخل ہونے سے زیادہ ہوگی۔ حج کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت کا وبال بھی بہت سخت ہے حج مقبول کیلئے اتنی بات ضروری ہے کہ دیگر عبادات کیطرح حج و عمرہ بھی خالص اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ نام و نمود اور نمائش یا سیر و سیاحت اس کا مقصد نہ ہو حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے حج اغنیاء و امراء سیر و سیاحت اور اوسط درجہ کے لوگ تجارت اور مالی منافع کیلئے علماء و قراء نام و نمود اور فقراء بھیک مانگنے کیلئے بھی حج کیا کریں گے۔

خلوص نیّت اور للّٰہیت

تو حج محض رضائے مولا اور ادائے فرض کی خاطر ہونا چاہیئے، اگر نیّت صحیح ہے تو ایسے لوگ حج کی قبولیّت کے لئے اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں علی بن موفق فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی رات خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے ہیں کہ ایک نے پوچھا حجاج تو بہت ہیں، کن کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ صرف چھ (۶) آدمیوں کا قبول ہوا۔ بیدار ہوئے تو رونے لگے کہ میں تو یقیناً ان چھ میں نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا حج بھی قبول نہ ہوا ہوگا۔ دوسری رات سوئے تو پھر وہی فرشتے اور ان کی گفتگو خواب میں دیکھی اور فرشتے نے دوسرے کو کہا کہ ان ۶ افراد کی وجہ سے اللہ نے سب حاجیوں کا حج قبول کر دیا تو خوش ہوئے۔ اور اجتماعی عبادات نماز باجماعت وغیرہ میں یہی فائدہ ہوتا ہے کہ بعض افراد کی برکت سے قصوروار لوگوں کا ٹوٹا پھوٹا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ حج

الشہداء ہیں۔ ہزے دالے بعض مخلصین کے اعمال کی وجہ سے حجاج کا حج قبول ہو جاتا ہے وہ حج تک نہ بھی پہنچ سکے ہوں۔ ان کے اخلاص جذبۂ شوق اور کبھی اور عمل کا وزن سب سے بھاری ہو جاتا ہے ایک بزرگ نے حج کیا رات کو خواب دیکھا، فرشتے نے کہا صرف ایک آدمی کا حج قبول ہوا اور اس کی وجہ سے سب حاجیوں کا حج بھی قبول ہوا۔ مگر وہ شخص خود حج میں شریک نہیں ہوا۔ وہ شخص بیدار ہوا اور حج سے فراغت کے بعد اسکی ٹوہ میں لگا رہا، خواب میں نشانات اور علامات معلوم ہوئی تھی، تلاش کرتے کرتے بالآخر اس کے پاس پہنچے وہ شہر سے باہر کھیتی باڑی کر رہا تھا۔ اُس کو واقعہ سنایا اور حالات اس سے دریافت کئے کہ تم حج پر بھی نہیں گئے اور حاجیوں کا حج تمہاری وجہ سے قبول ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے کچھ پونجی اکٹھی کی تھی سفر حج کے لئے۔ ایک دن ہمسائے پڑوسی نے اپنے گھر میں گوشت پکایا تھا، میرے بچے اس سے ترکاری مانگنے کیلئے گئے، اس نے کہا یہ تمہارے لئے حرام ہے۔ پھر بطور شکوہ اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے تھے تو میں نے ان کیلئے مردار کبوتر پکایا، تو میں تو مضطر تھا اور تم غنی ہو، اس لئے نہ دیا کہ تمہارے لئے وہ حرام تھا۔ میں نے وہ پونجی اس کو دیدی کہ اس کو تجارت میں لگا دو۔ خود اگلے سال حج پر جانے کی کوشش کروں گا۔ اسی طرح جو لوگ ہر سال اخلاص اور محبت سے کوشش کرتے ہیں مگر حکومت کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے ان کا نام قرعہ میں نہیں نکلتا، انہیں بھی اللہ کی طرف حج کے برابر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔ فضیلت و ثواب تو مل ہی جاتا ہے گو قانونی حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ وہ تو جب بھی موقعہ میسر ہوا لازمی ہوگا۔ مگر اسوقت صدمہ اور تکلیف ناکامی کی وجہ سے ہوئی شاید اسکی وجہ سے اوروں کا حج بھی قبول ہو چکا ہو۔

حاجی کی دعائیں

اب ایک بات اور سن لیں کہ حاجی جب سفر حج پر روانہ ہو تو اس سے مل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیئے۔ شہرت اور نام ونمود کیلئے ہنگامہ نہیں ہونا چاہیئے۔ واپسی میں بھی جب تک حاجی گھر بار کی آلائشوں سے پاک ہو دعا لینی چاہیئے کیونکہ وہ واپسی میں گناہ سے پاک ہوتا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کریں۔ سلام کریں کہ اس نے حجر اسود اور بیت اللہ کو مس کیا ہے اس وقت وہ معصوم عن المعاصی ہے۔ اللہ کے گھر سے آیا ہوا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج مقبول و مبرور نصیب فرماوے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شاهین پرنٹنگ پریس پشاور

الشہدا ئے جانے والے
تک نہ بھی پہنچ

مکتبۂ الحق کے مطبوعات

عبادات و عبدیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے تقاریر و خطبات کا تازہ مجموعہ بندگی اور اس کے آداب عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالح کے برکات اللہ کی عظمت، محبوبیت اور دیگر بیش[illegible] علمی و دینی مضامین

قیمت [redacted]

قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق

ایڈیٹر الحق کے قلم سے تعمیر اخلاق اصلاح معاشرہ، عبادات [illegible] اخلاقی پہلو، افراط و تفریط سے پاک معتدلانہ نظام

قیمت [redacted]

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت اور شہادت حسین، تعدیل صحابہ پر مولا[illegible] عبدالحق مدظلہ کی معرکۃ الآراء تقریر

قیمت [redacted]

دعوات حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات، تقاریر [illegible] سینکڑوں صفحات پر مشتمل عظیم الشان مجموعہ [illegible]

ناشر مکتبۂ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ [illegible]
پشاور